تمام حقوق محفوظ ہیں

شمس الحق

جس میں مسئلہ رفع یدین آمین بالجہر وضع الیدین علی الصدر

فاتحہ خلف الامام پر پورے طور سے بحث کی گئی ہے۔

از

مولوی محمد شریف صاحب کوٹلوی

جسے میرزا محمد شفیع بیگ خلف الصدق میرزا سردار بیگ نے

اپنے مطبع انوار احمدی میں چھپوایا

انوار احمدی پریس سیالکوٹ میں چھپا

قیمت ....

ظہور حشر نہ ہو کیونکہ کالچری گنجی ✣ حضور بلبل بستاں کرے نواسنجی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی فضل العلم والعلماء وفقہ فی الدین المتین الفقہاء والصلوٰۃ والسلام علے رسولہ المصطفیٰ الذی قال العلما ورثۃ الانبیاء وعلی الہ واصحابہ الذین فازو الدرجۃ العلیاء بالاستقامۃ علے الملۃ الحنیفیۃ البیضاء **امابعد** بندہ ضعیف ونحیف ابویوسف **محمد شریف** غفر اللہ لہ والوالدیہ واحسن الیہما والیہ برادران اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ غیر مقلدین کوٹلی لوہاراں نے بعض مقلدین کو مباحثہ کرانے پر مجبور کیا انہوں نے اس خیال سے کہ کوئی فساد نہ ہووے انکار کیا لیکن غیر مقلدین نے بار بار اصرار اور ذمہ اٹھانے پر مان لیا وقت اور جگہ مقررہ پر لوگ جمع ہوئے جسمیں شیخ عبد اللہ اور مولوی عبد القادر ہزاروی بھی شریک تھے مولوی اسمعیل منجانب غیر مقلدین مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں ایسا لاجواب ہوا کہ غیر مقلدوں کے میر مجلس فیض اللہ نے صاف کہہ دیا کہ مولوی جی اسوقت آپ کو جواب نہیں آیا - کتابیں دواو چلو پھر ہمنے ایک تختی پر مسائل اربعہ میں ایک مختصر تقریر لکھکر مسجد میں لٹکائی جس مین کسی کو مخاطب نہ کیا - اور وہ ابتک موجود ہے کچھ عرصہ کے بعد کرم الہی ناگی نے اسکی نقل کرکے عمرالدین کے ذریعہ عبدالقادر ہزاروی کے پاس جواب کے واسطے پہنچائی ہزاروی نے اس کے جواب میں ایک اشتہار نکالا جسکے جواب میں ادھر سے بھی ایک اشتہار چھپوایا گیا اسکے جواب مین ہزاروی نے ایک رسالہ سیف المتقن علی راس المقلد لکھکر شائع کیا - سنان المقلدین فی صدر غیر المقلدین سے اسکا ایسا کام تمام ہوا کہ تا ہنوز صدائے بر نخاست کا معاملہ ہے ایک شخص

عبداللہ نام کھوجہ نے ایک رسالہ صیانۃ الایمان عن وسوسۃ مقلدی النعمان بہ جواب سنان تیار کیا۔ چونکہ کھوجہ مذکور مخاطب صحیح نہ تھا۔ اسلیئے ہم نے اُسکے جواب کی طرف توجہ نہ کی ہمارے ایک تلمیذ مولوی عنایت اللہ نے رسالہ لاحول لدفع شر الغول مین اُس کا دندان شکن جواب دیا۔ اب لاحول کے جواب مین کھوجہ مذکور نے ایک رسالہ الاستعاذۃ بالرحمن لدفع شر مقلدی النعمان تیار کیا۔ مؤلف لاحول کو جسکے جواب مین اُس نے قلم اُٹھائی چند سطرونمین ایسے الفاظ سے یاد کیا جن کے سُننے سے بازاریون کو بھی شرم آتی ہے کچھ راقم السطور کو مخاطب کرکے ایسے ایسے الفاظ لکھے کہ اپنے سارے رسالہ کو گند سے بھر دیا۔ فحش گوئی مین اتنا بڑھا کہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور نہ صرف ہمکو بلکہ ائمہ ثلثہ۔ امام اعظم امام ابویوسف امام محمدؒ وجمیع مقلدین پر وہ وہ دولتیاں چلائیں کہ دیکھکر بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں یہی وجہ تھی کہ شیخ کا رسالہ غیر مقلدین کی نگاہ میں بھی حقارت سے دیکھا گیا اسی واسطے ہمارا ارادہ بھی اُس کے جواب مین قلم اُٹھانے کا نہ تھا۔ محض اسلام کی ہمدردی اور اظہار حق کے واسطے اُسکا جواب تیار کیا گیا ؞ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ط وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ غفور رحیم

زجر الاثام عن القراءة خلف الامام

مسئلہ فاتحہ خلف الامام۔

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہمنے ایک پرچہ مین لکہا تھا۔ کہ فاتحہ خلف الامام کے پڑہنے میں کوئی حدیث صحیح ہنیں ہے اسکے جواب مین مولوی عبدالقادر ہزاروی نے اپنے رسالہ سیف ص۳۰ مین ایک حدیث جو بزعم اُن کے مثبت فرضیت صحیح مرفوع متصل ہے لکھی وہ یہ ہے۔

پہلی حدیث کا بیان

اخبرنا ابوبکر بن احمد بن محمد بن الحارث الفقیہ اخبرنا علی بن عمر الحافظ حدثنا ابن صاعد حدثنا عبداللہ بن مسعود حدثنا عمی حدثنا ابی عن ابن اسحاق حدثنی مکحول بھذا وقال فیہ فالی لااریکم تقرؤن خلف امامکم اذا جھر قلنا اجل واللہ یارسول اللہ ھذا قال فلا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأھا۔ مین کہتا ہوں یہ حدیث بچند وجوہ صحیح اور قابل حجت ہنیں (۱) اسکی سند میں محمد بن اسحاق ہے اسکو بعض نے تو کذاب کہا ہے جیسے علامہ زیلعی باب الجنائز میں لکھتے ہیں۔ متھم یکذب بہ مالک وسلیمان التیمی ووھیب وخالد وھشام بن عروۃ ویحیٰی بن سعید وقال ابن المدینی یحدث عن المجھولین ۱ احادیث باطل ابن معین نے اسکو ضعیف لیس بحجۃ کہا ہے امام نسائی نے لیس بالقوی فرمایا دارقطنی[۲] جسکو صاحب صیانۃ ص۲۳ مین جرح تعدیل کا امام لکھ چکے ہیں اِس کو لایحتج بہ فرماویں اور ابن ابی حاتم لیس بالقوی ضعیف الحدیث ابن عدی نے کہا کہ ابن اسحاق لکر ...

ع۱ مالک اور سلیمان تیمی اور خالد ہشام یحیٰی بن سعید نے ابن اسحق کے کذب پر شہادت دی ابن مدینی نے کہا ابن اسحق مجہولوں سے احادیث باطلہ روایت کرتا ہے ۱۲ ع۲ اس تعصب کا ٹھکانا ... آپ ہی ... اسکو لایحتج بہ کہا پھر آپ ہی اس کی ...

کے ساتھ کھیلتا تھا یعنی گڈ مڈ بار تھا میزان مین حجاج و محمد بن اسحق
کی نسبت لکھا ہے فالجمہور علے انہ لا یحتج بہما یعنے جمہور کے نزدیک
اِن دونو سے حجت نہیں پکڑی جاتی پھر اسکی حدیث کیسے صحیح ہوں +
(۲) ابن اسحاق حالت انفراد میں حجت نہین - کما قال الحافظ ابن حجر فی
تخریج احادیث الہدایہ فی کتاب الحج وابن اسحاق لا یحتج بما ینفرد بہ من الاحکام
فضلا عما اذا خالفہ من ھو اثبت منہ وقال الذھبی فی المیزان ما انفرد بہ ففیہ
نکارۃ لان فی حفظہ شیئا وقال البیہقی فی باب تحریم قتل مالہ روح الحفاظ
یتوقون ما ینفرد بہ ابن اسحاق[۳] کذا فی جوھر النقی پس ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث
مین صحیح تو یہی ہے کہ مکحول کا شیخ نافع بن محمود ہے لیکن اگر ہم محمود بن ربیع
ہی مان لیں تو بھی ابن اسحاق اسمیں منفرد ہیں یعنی بجز ابن اسحاق اس حدیث
میں بسند صحیح کسی نے مکحول کا شیخ محمود بن ربیع بیان نہیں کیا تفصیل اس اجمال
کی یہ ہے کہ عبدالرحمن بن یزید اور سعید بن عبدالعزیز اور زبیدی نے تو مکحول عن
عبادہ روائت کی ہے انہوں نے نہ تو نافع کا ذکر کیا ہے اور نہ محمود کا ذکر کیا ہے
اور زید بن واقد نے عن مکحول عن ابن ربیعہ روائت کی ہے یعنی اُس نے مکحول کا
شیخ نافع لکھا ہے نہ محمود پس معلوم ہوا کہ ابن اسحاق محمود کے ذکر مین منفرد ہے
اور یہہ تو معلوم ہو چکا کہ ابن اسحاق حالت انفراد میں حجت نہیں پس یہ حدیث
قابل حجت نہ ہوئی (۳) ابن اسحاق مدلس ہے اور مدلس کبھی فوق الشیخ کو بھی
ساقط کرتا ہے لہذا اُسکی تحدیث بھی مفید احتجاج نہیں کما سیجئ بیانہ پس یہہ حدیث
قابل حجت نہ بنی - (۴) اس حدیث مین مکحول ہے جسکو ایک جماعت محدثین نے
ضعیف کہا - کذا فی المیزان پس یہ حدیث اُن محدثین کے نزدیک جنہوں نے مکحول

(۳) ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں فالحدیث عن رتبۃ الصحۃ یعنے ابن اسحق کی حدیث صحت سے کم ہے
(۴) خلاصہ ترجمہ دونو عبارتوں کا یہ ہے کہ ابن اسحاق حالت انفراد مین حجت نہیں ۱۲

کو ضعیف کہا بسبب مکحول کے ضعیف ہوئی (۵) مکحول مدلس ہے اور مدلس کی
معنعن بالاتفاق مقبول نہیں پس مکحول نے یہان بلفظ عن روائیت کی ہے
اسلیئے یہہ حدیث مقبول نہیں (۶) جزء القرأة میں ہے والذی زاد مکحول
الیٰ اخر ما قال وھولاء لم ین کروا انھم سمعوا من محمود یعنے مکحول وغیرہ نے
محمود سے تصریح سماع نہین کی اور اس قسم کی حدیث مولف جزء القراۃ کے
نزدیک ضعیف ہوتی ہے پس یہ حدیث بھی اسکے نزدیک ضعیف ہوئی
(۷) مکحول بھی محمود کے ذکر کرنےمین منفرد ہے اس حدیث کو شعیب اور رجاء
نے عبادہ سے منقطع روائیت کی اور حرام اور عثمان اور مکحول تینون نے نافع بن
محمود سے مکحول کا محمود کے ذکر کرنےمین کوئی متابع قوی نہیں اور یہہ بڑی نکارت
ہے (۸) اس حدیث مین اسحق نے مکحول کے شیخ کا نام نہیں لکھا غالبا جہاں
ابن اسحاق نے حدثنی کہا ہے وہاں مکحول کا شیخ نافعہ مستور الحال ہے اور
حدیث اسکی معلل ہے کذا فی المیزان (۹) اور جزء قرءۃ مین بعد ذکر کرنے حدیث
عبادہ کے جسمیں قصہ نماز مغرب کا ہے مولف جزء القرۃ فرماتے ہیں فلو ثبت الخبران
کلاھما لکان ھذا المستثنی من الاول یعنی اگر دونو حدیثیں حدیث عبادہ اور حدیث
من کان لہ یا حدیث عبادہ و حدیث عبداللہ بن عمر جسمیں قصہ نماز فجر کا ہے
ثابت ہوتین تو یہ مستثنی ہوتی پہلے سے پس لفظ لو صاف دلالت کرتا ہے اسبات
پر کہ حدیث عبادہ صاحب جزء القرۃ کے نزدیک صحیح طور پر ثابت نہیں پس
اگر جزء القرءۃ امام بخاری کی ہے تو اسکے نزدیک حدیث عبادہ ضعیف ہوئی
(۱۰) حدیث عبادہ کو امام احمدؒ وغیرہ نے ضعیف کہا نقلا الحافظ احمد علی
السہارنفوری عن الزیلعی فی الدلیل القوی (۱۱) اس حدیث مین جملہ اخیرہ نے

معلل ایک قسم ہے ضعیف حدیث کی ۱۲

۵ اسکا مدلس ہونا میزان الاعتدال مین لکھا ہے ۱۲ منہ ۶ واضح ہو کہ شیخ ۲۵ مین لکھا ہے
کہ جزء القراۃ امام بخاری نے تیار کی پس اگر امام بخاری کی تالیف ہے تو یہ حدیث اُن کے نزدیک صحیح نہ ہوئی ۱۲

فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بھا صحیح نہیں ہے بہائیت شاذ ہے کیونکہ اس حدیث کے تین طرق ہیں طریق انس۔ طریق عبداللہ بن عمرو۔ طریق عبادہ۔ اور یہ جملہ فقط طریق عبادہ مین ہے اور عبادہ کی حدیث کے چار طرق ہین۔ طریق مکحول۔ طریق حرام۔ طریق رجاء۔ طریق شعیب۔ اور یہ جملہ فقط طریق مکحول مین ہے اور مکحول سے چھہ شخص راوی ہیں۔ ابن اسحاق۔ زبیدی۔ سعید عبداللہ۔ عبدالرحمٰن۔ زید بن واقد۔ اور یہ جملہ فقط ابن اسحٰق کی سند مین ہے۔ اور ابن اسحٰق حالت انفراد مین حجت نہین پس اس سے زیادہ شذوذ کونسا ہوگا۔

(۱۲) لاتفعلوا الا بام القرآن سے ممانعت سورۃ کی تو یقیناً ثابت ہوگئی لیکن فاتحہ کے حکم سے حدیث ساکت ہے وجوداً و عدماً جیسے اصولیوں کے نزدیک جملہ استثنائیہ کا مفاد ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث مثل اس آئت کے ہے ما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطاء یعنے مومن کا قتل کرنا کسی مومن کو جائز نہیں مگر بھولکر یعنے جلیسے قتل مومن عمداً حرام ہے ویسے خطاً بھی حرام ہے لیکن عمداً کا گناہ خطاً سے زیادہ ہے ایسا ہی حدیث لاتفعلوا الا بام القرآن کو سمجھو یعنے مقتدی کو کوئی جگہ قرآن سے پڑہنا جائز نہین ہے منع ہے لیکن فاتحہ کے پڑہنے کی ممانعت اور حرمت بقیہ قرآن کے پڑہنے کی حرمت سے کچھ کم ہے پس یہ حدیث دلیل ہماری ہوئی نہ آپ کی (۱۳) اس حدیث میں عبداللہ بن مسعود اپنے چچا سے اور وہ اپنے باپ سے روائت کرتا ہے بتلاے یہہ عبداللہ بن مسعود کون ہے اور کیسا ہے اور اسکا چچا کون ہے اور کیسا ہے اور اسکا باپ کون ہے اور کیسا ہے (۱۴) اس حدیث مین جملہ استثنائیہ یعنے الا بام القرآن صحیح نہین اسی قصہ کو امام طحاوی نے حضرت انس سے روائت کیا اسمیں یہ جملہ نہین ہے

۱۵ اس کا مدلس ہونا میزان میں ثابت کیا گیا ہے ۱۲

(۱۵) اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے علامہ ابن ترکمانی جوہر النقی میں فرماتے ہیں والکلام فی ابن اسحٰق معروف والحدیث مع ذالک مضطرب الاسناد والبیہقی بین بعضہ انتہی کلامہ وہ اضطراب یہہ ہے کہ مکحول نے کبھی عبادہ سے مُرسل روایت کی کبھی نافع بن محمود سے اُس نے عبادہ سے کبھی محمود سے اُس نے عبادہ سے کبھی محمود سے اُس نے ابی نعیم سے اُس نے عبادہ سے میں کہتا ہوں کہ مکحول نے محمود اور عبادہ کے درمیان ایک اور راوی ابو نعیم زیادہ کیا تو سند مضطرب ہو گئی اور اضطراب سبب ضعیف کا ہے پس حدیث بسبب اُس کے ضعیف ہوئی +

علاوہ اُسکے امام ابن عبد البر نے تمہید شرح موطا میں فرمایا ہے اما حدیث محمد بن اسحٰق وزیادتہ علے الزہری فانہ غیر مقبولۃ لانہ ممن لا یحتج بہ جملۃ عند جماعۃ اہل العلم بالحدیث منہم احمد بن حنبل ویحیی بن معین ویحیی بن سعید القطان وکان علی بن المدینی وشعبہ وابن عیینہ یحتجون بحدیثہ جملۃ واما ہذا الحدیث فقد خولف فیہ محمد بن اسحٰق فرواہ الاوزاعی عن مکحول عن رجاء بن حیوۃ عن عبد اللہ بن عمرو قال صلینا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما انصرف قال لنا ہل تقرؤن القران اذا کنتم فی الصلوٰۃ قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القران ورواہ زید بن واقد عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ ونافع ہذا مجہول ومثل ہذا الاضطراب لا یثبت بہ عند اہل العلم بالحدیث شیٔ ولیس فی ہذا الباب ما لا مطعن فیہ من جہۃ الاسناد غیر حدیث الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ وہو محتمل للتاویل انتہی خلاصہ ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ محمد بن اسحٰق کی حدیث اور جو اُسنے زہری کی حدیث لا

صلوٰاتهن لم یر زیادہ کیا ہے وہ غیر مقبول ہے اور محمد بن اسحاق کی حدیث
مین خلاف کیا گیا ہے اوزاعی نے عن مکحول عن رجاء عن عبداللہ روائیت کی
ہے - زید بن واقد نے عن مکحول عن نافع عن عبادہ اور نافع مجہول ہے -
اور اس قسم کے اضطراب سے اہلحدیث کی نزدیک کچھ ثابت نہین ہوتا اور اس
باب مین کوئی حدیث ایسی نہین جو اسناد کی جہت سے طعن سے بچی ہو بجز
حدیث زہری کے اور وہ محتمل تاویل ہے یعنی وہ اکیلے کے واسطے ہے ۔
انتہا ۔ اس عبارت سے چند امور مستفاد ہوئے (۱) حدیث محمد بن اسحق
اور اسکے زیادتی حدیث زہری پر غیر مقبول ہے (۲) یہ حدیث مضطرب ہے
جو ضعیف کی قسم سے ہے (۳) اس باب مین کوئی حدیث ایسی نہین جسپر
طعن نہ ہو بجز حدیث زہری اور یہی ہم نے لکھا ہوا ہے - کہ فاتحہ خلف الامام
مین کوئی حدیث صحیحہ مرفوع متصل نہین - فثبت ما قلنا - اس حدیث کا حال
تو آپ معلوم کر چکے اب ہم شیخ کی است کی طرف متوجہ ہوتے ہین
اور خدا سے مدد چاہتے ہین واضح ہو کہ اس حدیث پر سنان ۵ مین یہ جرح
کیگئی کہ اس حدیث مین محمد بن اسحق اور مکحول دونو مدلس ہین اور مدلس کی
معنعن بالاتفاق قابل حجت نہیں اور محمد بن اسحاق کی تحدیث بھی مفید
نہین اسلئے کہ کبھی مدلس فوق الشیخ کو بھی ساقط کرتا ہے شیخ نے صیانت ۳۷
مین ابن اسحق کی نسبت یون خامہ فرسائی کی کہ یہہ ثقہ ہے ابن ہمام نے اسکو

---

۵ قال النووی فی مقدمہ شرح صحیح مسلم التدلیس قسمان احدهما ان یروی عمن عاصرہ
ما لم یسمعہ منہ موهما سماعہ قائلا قال فلان او عن فلان او نحوہ ترجمہ اسکا متن میں ہے
اور تصحیح النظر کے ۱۷۵ مین لکھا ہے تدلیس چند قسم است از انجملہ یکے تدلیس در اسناد است و او آن
است کہ روائیت کند از کسیکہ با او ملاقی شدہ یا معاصر او ست چیزے را کہ از وے نشنیدہ و ایہام سماع
خود بر آن حدیث از ان ملاقی یا معاصر کند اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدلس اپنے
ملاقی سے بھی تدلیس کرتا ہے یعنی اپنے اور اپنے ملاقی کے درمیان والے کو گراتا ہے ۱۲

ثقہ کہا اب مدلس کہنا حماقت ہے اُس کے جواب مین لاحول ص۵ مین لکھا گیا کہ یہہ جواب اُسکی بیعلمی ظاہر کر رہا ہے یعنے تدلیس کے جواب مین ثقاہت پیش کرنا بیعلمی ہے تدلیس ثقاہت کے منافی نہین کیا جو ثقہ ہوتا ہے مدلس نہین ہوتا دیکھو ابن عیینہ ثقہ ہے اور مدلس بھی انتہیٰ۔ شیخ صاحب است ص۱۳ مین فرماتے ہیں کہ اسمین مؤلف صیانتہ کی کوئی لاعلمی ظاہر نہین الخ امین کہتا ہوں کیون نہین جب ہمنے ابن اسحٰق کو مدلس لکھا تہا تو تم کو اُسکے جواب مین مناسب تھا کہ اُس کے تدلیس ثقون سے ثابت کرتے یا اُسکی شیخ کی تحدیث بیان کرتے یہہ تو ثابت نہ کر سکے بلکہ ص۵ مین صاف مان گئے کہ محمد بن اسحٰق ضعفاء سے تدلیس کرتا تھا۔ جاننا چاہیے کہ تدلیس لغت مین مبیع کا عیب چھپانا ہے اور اصطلاح محدثین مین راوی کا اپنی معاصر[ا] یا ملاقی سے اسطرح روایت کرنا کہ سامعین کو وہم ہو کہ اُس نے اُس سے سنا ہے اور جس سے سنا ہے اُسکو گراتا ہے۔ مثلاً قال فلان یا عن فلان کہے اُسکو تدلیس فی الاسناد کہتے ہین ایسی مدلس کی روایت میں صحیح مذہب یہی ہے کہ جب تک تصریح سماع نہ کرے اُسکی روایت مقبول نہیں ایسا[۲] مدلس اگر ایک مرتبہ بھی اپنے شیخ کو گرائیگا۔

---

[۱] قال النووی فی مقدمہ شرح صحیح مسلم التدلیس قسمان احدہما ان یروی عمن عاصرہ مالم یسمع منہ موہما سماعہ قائلا قال فلان او عن فلان او نحوہ ترجمہ اسکا متن میں ہے اور قصیح النظر کے مقدمہ میں لکھا ہے تدلیس چند قسم است از نجملہ یکے تدلیس در اسناد است و آن ست کہ روایت کند از کسیکہ یا ملاقی شدہ یا معاصرہ وست چیزے راکہ از وے نشنیدہ و ایہام سماع خود برائے آں حدیث ازاں ملاقی یا معاصر کند اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدلس اپنے ملاقی سے بھی تدلیس کرتا ہے یعنے اپنے اور اپنے ملاقی کے درمیان والے کو گراتا ہے [۲] حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں فرماتے ہین وحکم من ثبت عنہ التدلیس اذا کان عدلا ان لا یقبل منہ الا ما صرح فیہ بالتحدیث علی الاصح اور نووی مقدمہ میں فرماتے ہیں والصحیح ما قالہ الجماہیر من الطوائف ان ما رواہ بلفظ محتمل لم یبین فیہ السماع فہو مرسل وما بینہ فیہ کسمعت و حدثنا و اخبرنا و شبہہا فہو صحیح مقبول یحتج بہ اور نیز امام نووی شرح صحیح مسلم جلد اول ۹-۵۹-۸۲-۱۳۰-۱۶۳-۱۷۲-۲۰۹-۳۲۵- میں لکھتے ہیں المدلس لا یحتج بعنعنتہ علاوہ ابن الہمام فتح القدیر جلد اول ص۲ میں فرماتے ہین المدلس اذا صرح بالتحدیث وکان بقیہ ذلک مقبولا

تو پھر اسکی کوئی روائیت معنعن مقبول نہ ہوگی جب تک اُسی روائیت مین اپنے شیخ سے تصریح سماع نہ کرے بلکہ ضرور ہے کہ اپنے شیخ الشیخ سے بھی اپنے شیخ کی تحدیث بیان کرے کیونکہ ایسا مدلس کبھی شیخ الشیخ کو بھی گرا دیتا ہے اور ایک قسم تدلیس کی تدلیس الشیوخ ہے وہ یہہ ہے کہ ایک شیخ کی ایک حدیث روائیت کرے کہ اُس سے سُنی بھی ہو مگر نام یا کنیت اِس شیخ کا اسطرح کہے یا اُس کا وصف ایسا بیان کرے کہ وہ پہچانا نہ جاوے جب آپ تدلیس کی تعریف اور مدلس کے معنعن کا حجت نہ ہونا اور مدلس کا فوق از شیخ کو ساقط کرنا معلوم کر چکے تو اب مکحول اور ابن اسحٰق کی تدلیس کی بحث کو غور سے سُنو اور انصاف سے کام لو مُغالطہ صـ۲۳ واہ رے لا یعقل وہاں یہہ الزام کہ ثقہ کہنا محمد بن اسحاق لاعلمی ہے اور یہاں یہہ کہ ثقاہت تدلیس کے منافی نہیں ہدایہ یہ آپ کا آٹھوان بہتان ہے - لاحول مین کہین نہین لکھا گیا کہ محمد ابن اسحٰق کا ثقہ کہنا لاعلمی ہے بلکہ اسمیں یہہ لکھا ہے کہ یہہ جواب یعنے تدلیس کے جواب میں ثقاہت پیش کرنا آپ کی لاعلمی ظاہر کر رہا ہے دیکھئے ابھی ہم آپ کی لاعلمی انشاء اللہ ثابت کر دیتے ہیں آپنے ثقاہت اور تدلیس میں نسبت تباین سمجھی ہے یعنی جہاں ثقاہت پائی جائے گی ؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) صدوق قارالت تہمۃ التدلیس شیخ الاسلام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد صـ۲۹ مین فرماتے ہیں قال الشافعی لا تقبل روائیۃ المدلس حتے یقول حدثنا وقال غیر الشافعی ایضا شیخ عبد الحق مقدمہ مشکوٰۃ مین فرماتے ہیں عنعنۃ المدلس غیر مقبول تذکرۃ الحفاظ صـ۲ میں ولید کی ترجمہ میں امام ذہبی فرماتے ہین لا نزاع فی حفظ و علمہ انما ہو رجل مدلس فلا یحتج بہ الا اذا صرح بالسماع انتہے مقدمہ ابن صلاح مین ہے ما رواہ بلفظ مبین الاتصال نحو سمعت و حدثنا و اخبرنا واشباہہما فہو مقبول یحتج بہ ہدایۃ السائل مین ہے و تدلیس نا مقبول تدلیسی است کہ معنعن باشد شیخ عثمان بن علی حنفی ہو رعنایۃ التوضیح للجامع الصحیح گفتہ فلا یقبل من عرف ذالک الا اذا صرح بالاتصال خلاصہ ترجمہ ان سب عبارات کا یہ ہے کہ مدلس کی روائیت معنعن مقبول نہیں جبتک سماع کی تصریح نہ کرے ۱۲ منہ *بقیہ حاشیہ صفحہ ۹ سطر ۵ امام نووی فرماتے ہیں من عرف بہ ذا لحکم فی مدلس جا بین دلس مرۃ واحدۃ ولا یقبل تکون منہ خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا متن میں ہے ۱۲ منہ

تدلیس نہ ہوگی اور جہاں تدلیس ہوگی ثقاہت نہ ہوگی جیسے انسان اور حجر مین
نسبت تباین ہے جہاں حجر صادق آویگا انسان صادق نہ آویگا اور جہاں
انسان صادق آئے گا حجر صادق نہ آئے گا اسیواسطے جب ہم نے ابن اسحق
کو مدلس کہا تو آپنے جواب مین کہا کہ وہ ثقہ ہے گویا آپنے یہہ سمجھا کہ جب
ثقہ ہوگا مدلس نہ ہوگا جیسے ضیانت مین لکہا یا کہ مدلس کہنا حماقت نہیں تو کیا
ہے حالانکہ آپکا اسطرح سمجھنا آپ کی چوتھی غلطی ہے تو ہم بتا دیتے ہیں کہ ثقاہت
اور تدلیس مین نسبت عموم خصوص من وجہ ہے نسبت تباین نہیں امام
بخاری اور خارجۃ بن مصعب مادہ افتراقی ہین اور قتادہ اور اعمش اور سفیان
مادہ اجتماعی بتلایئے اب سمجھ آئی ہے یا نہیں کہ تدلیس ثقاہت کی منافی نہین
اگر تدلیس راوی کو ضعیف کر دیتی ہے تو چاہیئے کہ صحیحین کی احادیث بھی
جنمیں مدلس ہوں ضعیف ہون۔ واذ لا فلا۔ بندہ خدا سمین کیا عار ہے جس
مسئلہ کی خبر نہو کسی منصف ہم مشرب سے پوچھ لیا کرو۔ مولوی شمس الحق عظیم آبادی
یا محمد سعید بنارسی سے ہی دریافت کرو کہ محدثین کا کہنا من ثبت عنہ
التدلیس اذا کان عدلا کس فائدے کیواسطے ہے کیا اذا کان عدلا سے
یہہ نہیں سمجھا جاتا کہ کبھی مدلس عادل یعنے ثقہ نہین ہوتا اور کبھی ثقہ ہوتا ہے۔

ف۱ جس جس نے ابن اسحق کو مدلس کہا جیسے ابن حجر ذہبی وغیرہ سب شیخ کے نزدیک احمق ہین بلکہ خود شیخ صاحب اپنی زبان سے احمق بنی کہ صفحہ ۱ میں ابن اسحاق کا مدلس ہونا بلکہ ضعفاء سے تدلیس کرنا مان لیا ہے ہے جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا ۱۲ منہ ف۲ امام بخاری مین ثقاہت ہے تدلیس نہیں خارجہ مین تدلیس ہے ثقاہت نہیں قتادہ اعمش مین ثقاہت بھی ہے تدلیس بھی ۱۲۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰ (۱) امام نووی مقدمہ مین فرماتے ہیں۔

وربما لم یسقط لشیخہ واسقط غیرہ لکونہ ضعیفا صغیرا تحسینا لصورۃ الحدیث
اور خطیب نے کہا ہے کہ اکثر ہوتا ہے کہ مدلس اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا مگر بعد اس کے کسی راوی ضعیف یا صغیر کو ساقط کر دیتا ہے اور اس سے اپنی روایت کی تحسین چاہتا ہے کذا فی المختصر والخلاصہ اور یہی ترجمہ امام نووی کی عبارت کا ہے اور ایسا ہی لکہا ہے میر سید شریف نے اپنے رسالہ مین جسکی عبارت ہم سنان صفحہ ۲ مین لکہہ چکے ہیں اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ مدلس اپنے شیخ الشیخ سے بھی تدلیس کرے تب اسکی روایت مقبول ہو ۱۲ منہ عفی عنہ و۔

جب ثقہ ہو اسی وقت اُسکی روائیت مین سماع کی تصریح کی ضرورت ہے
اگر مدلس ہی ضعیف ہو تو پھر وہ حدیث مدلس کے ضعیف ہونے کے سبب
ضعیف ہو جائے گی تصریح سماع ہو یا نہ ہو اور مکحول کو تو ایک جماعت نے ضعیف
بھی کیا ہے پس اُن کے نزدیک تو اُسکی تحدیث کے کچھ حاجت نہیں صرف
مکحول کے سبب حدیث ضعیف ہوئی دیکھیئے امام نودی شرح صحیح مسلم مین متعدد
جگہوں مین یہہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر تو کہے کہ اِس حدیث میں فلاں راوی مدلس
ہے پھر اُسکا جواب دیتے ہیں کہ مین کہونگا - کہ اِس نے سماع کی تصریح کی ہے
نودی نے کسی جگہ اِس اعتراض کے جواب مین نہیں لکھا گیا میں کہونگا کہ وہ ثقہ
ہے لیکن وہ کیون کہتا ایسے معقول جواب شیخ کو ہی زیبا ہیں - طرفہ - یہ کہ آپ
ہی ابن اسحٰق کو ثقہ کہتے ہو اور مدلس بھی - اگر تدلیس ثقاہت کی منافی ہے تو
آپ کا ایک قول باطل ہو گا ثقہ کہنا یا مدلس کہنا فافہم بتلایئے اب بھی آپ
کی لاعلمی ثابت ہوتی ہے یا نہین مغالطہ کیا تدلیس کرنا اُن جروح اور
اسباب طعن حدیث سے نہیں جنکے سبب قبولیّت حدیث مین تزاع
ہے ہاں تدلیس کذب نہیں اور اِس فعل کے سبب جمہور کے نزدیک راوی
مجروح نہیں ہو جاتا راوی کی ثقاہت مین کچھ خلل نہیں آتا البتہ اُسکی معنعن غیر
مقبول نہیں ہے اور معنعن نہ اِسواسطے غیر مقبول ہے کہ مدلس تدلیس کرنیسے
ضعیف[1] ہو گیا بلکہ اِس بات کا ظن ہو گیا کہ جس راوی کو مدلس نے چھوڑا ہے شائد
وہ ضعیف ہو واضح ہو کہ آپ ص۱۴ مین فرماتے ہیں جو شخص ثقات سے تدلیس
تدلیس کرے اُسکی تدلیس مقبول ہے محل جرح نہین یہہ آپکے قول مین جو تھا تعارض
ہے ص۱۴ مین تو تدلیس کی جرح ہونے سے انکار یہاں بڑے زور شور سے اقرار

---

[1] مگر چہ بعض محدثین مدلس کی حدیث کو مطلقاً غیر مقبول جانتے ہیں گو تصریح سماع کرے - ۱۲ منہ -

مغالطہ ۱۱۔ قال الشیخ عبد الحق الدھلوی فی مقدمۃ المشکوٰۃ قال بعضھم
ان کان الضعیف من جھۃ سوء حفظ او اختلاط او تدلیس مع وجود
الصدق والدیانۃ ینجبر بتعدد الطرق کہا شیخ نے مقدمہ مشکوٰۃ میں
کہا بعض اہلحدیث نے اگر ہے حدیث ضعیف از روئے سوئے حفظ حدیث
کے یا اختلاط عقل کے یا بسبب ضعیف کا تدلیس ہے تو اس صورت میں بھی باوجود
موجود ہونے صدق اور دیانت کے ساتھ تعدد طرق کے فضائل اعمال میں
مستعمل ہوگی ھدایا ۱ جب شیخ صاحب کو ترجمہ ہی صحیح نہیں آتا تو مطلب
صحیح کسطرح سمجھ سکے یہہ شیخ صاحب کی پانچویں غلطی ہے اِس عبارت کا صحیح ترجمہ
یوں ہی کہا بعض اہل حدیث نے اگر حدیث باوجود صدق اور دیانت راوی
کے سوء حفظ یا اختلاط یا تدلیس کے سبب ضعیف ہو تو تعدد طرق سے منجبر
ہوجاتی ہے یہاں آپکے یہہ معنے فضائل اعمال میں یہ مستعمل ہوگی کس لفظ
کے معنے ہیں باقی رہا اس عبارت کا مطلب سنو وہ ہمارے مخالف نہیں
ہم تو پہلے لکھہ چکے ہیں کہ مدلس کی معنعن اِس واسطے قبول نہیں کی جاتی کہ اس
میں سے جو راوی گرا ہوا ہے اُس کے ثقہ ہونیکا حال معلوم نہیں مغالطہ ۱۲
۱۲ جب ابن عیینہ مدلس بھی ہے اور ثقہ بھی جب اُس کی روایت کردہ
حدیث صحیح جانتے ہو تو پھر محمد بن اسحٰق نے کیا گناہ کیا - ھدایہ لاحول
کے اس اعتراض کا جواب آپ کو خاک بھی نہیں آیا بتلائیے آپکے اِس بات
کا کیا جواب دیا کہ ابن عیینہ مدلس بھی ہے اور ثقہ بھی اور ہم جو ابن عیینہ کے

---

۱ اگر آپ کو ہمارے مضمون میں شک ہو تو ہم خود شیخ عبد الحق سے اسی عبارت کے معنے دکھاتے ہیں دیکھیے
آپ مقدمہ شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں ۱۲ ۲ شیخ عبد الحق کا تدلیس کے آگے مع وجود الصدق
والدیانۃ لکھنا صاف اِس بات پر دلیل ہے کہ مدلس میں کبھی صدق اور دیانت ہوتا ہے اور کبھی
نہیں معنا یہ معلوم ہو کہ تدلیس صدق اور دیانت یعنے ثقاہت کی منافی نہیں ہے ۱۲ ھذہ العبارۃ دلیل لنا علیکم

روایت کردہ حدیث صحیح جانتے ہین تو اسلیئے کہ آپ اسست صـ۱۴ مین فرماتے ہین کہ ابن عیینہ اگرچہ مدلس ہے چونکہ ثقوں سے تدلیس کرتا ہے اسلیئے اسکے تدلیس مقبول ہوگی بتلایئے جب یہہ ثقوں سے تدلیس کرتا ہے تو ہم اُسکی روایت کردہ حدیث کیون نہ صحیح جانین اور محمد بن اسحٰق کی نسبت بھی آپ صـ۱۵ مین لکھتے ہین کہ چونکہ محمد بن اسحٰق ضعفا وغیرہ سے تدلیس کرتا ہے تو اُس کی روایت کسطرح قبول کرین بتلایئے اب بہی اسمین اور ابن عیینہ مین فرق معلوم ہوا ہے یا نہیں قولہ صـ۲۴ اسکا پورا جواب فہرست عـ۲۰ مین ملاحظہ فرمائی مین کہتا ہون چلو دیکھین وہان آپنے کیا لکھا آپ فہرست عـ۱ است کے صـ۱۳ مین فرماتے ہین اگر مذہب محدثین ہے کہ مدلس کی تحدیث مفید احتجاج نہین تو اُسکو قلمبند کرکے دکھاؤ مین کہتا ہون محمد بن اسحٰق کی تحدیث بھی مفید احتجاج نہین کیونکہ یہہ حدثنی کہکر بھی مخالفت کرتا ہے جیسا کہ میزان الاعتدال مین لکھا ہے قال احمد ہو کثیر التدلیس جدا فقیل لہ فاذا قال اخبرنی وحدثنی فہو ثقۃ قال ہو یقول اخبرنی ویخالف ۱۲ اب دیکھیئے یہ امام احمد کا قول ہے کیا آپ کے نزدیک وہ محدث نہین علاوہ اُس کے سید شریف وخطیب لودی کیا محدثین نہیں ہین کہ وہ تصریح کرتے ہین کہ مدلس مافوق الشیخ کو بھی گرا دیتا ہے پہر ابن اسحٰق کے تحدیث کیا کام دے سکتی ہے اگر یہی دیکھنا منظور ہے کہ مدلس کی تحدیث مفید نہین تو دیکھو ملا علی قاری شرح نخبہ کے حاشیہ صـ۲۷ مین لکھتے ہین وقال فریق من المحدثین والفقہاء من عرف بارتکاب التدلیس[۱] ولو مرۃ

---

۱ یعنے ایک فریق محدثین اور فقہا نے کہا ہے کہ جو شخص تدلیس کے ساتھ مشہور ہوا اگرچہ ایک ہی دفعہ تو وہ مجروح مردود الروایۃ ہوگیا اگرچہ سماع کو بیان کرے اور صریح صیغہ اُس حدیث میں یا کسے دوسری حدیث مین لاوے ۱۲ منہ۔

حماد مجروحا مردودا فی الروایة وان بین السماع وانی بصیغة صریحة فی هذا الحدیث او فی غیرہ من احادیثه انتھی اور آپنے جو صفحہ ۱۴ مین اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ اگر ہر ایک جگہ مجمل طور پر قاعدہ لگایا جاوے تو یہہ جرح ابن عیینہ مین بھی موجود ہے مین کہتا ہوں کہ آپ کی عقل کہاں ہے چار سطر پہلے اس عبارت کے لکھ چکے ہین کہ ابن عیینہ اگرچہ مدلس ہے مگر چونکہ تدلیس ثقوں سے کرتا ہے اسلیئے اسکی تدلیس مقبول ہوگی بموجب ابن عیینہ ثقوں سے تدلیس کرنے مین مشہور ہے تو کیا غم ہے شیخ کو ساقط کرے یا شیخ الشیخ کو اس کی معنعن تو بہر حال مقبول ہی رہیگی بخلاف محمد بن اسحٰق کے کہ اسکو آپ صفحہ ۵ مین ضعفاء سے تدلیس کرنا مان چکے ہین اور کرتا بھی ہے پھر کیون ضرور نہ ہو کہ یہہ اپنے شیخ الشیخ سے بھی تصریح سماع کرے پس اسکو ابن عیینہ پر قیاس کرنا آپ ہی جیسے عقلمندون کا کام ہے **ناظرین** کو محمد بن اسحٰق کا حال تو معلوم ہو گیا اب مکحول کا سنیئے مکحول کو جب ہمنے سنا ن مین مدلس لکھا تو شیخ نے صیانت مین یہہ جواب دیا کہ مکحول ابی بن کعب اور عبادہ بن صامت وغیرہ کبار صحابہ سے تدلیس کرتا ہے اور محمود بن ربیع سے اسکا لقا ثابت ہے اب باوجود اکابر صحابہ سے روایت کرتے ہوئے مدلس کہنا عقلمندون کا کام نہین اور محمود بن ربیع اکابر صحابہ سے ہین اُن سے مکحول روایت کرتا ہے یہہ نہین کہ اُس نے اپنے شیخ کو ساقط کیا ہے انتہے ملخصا لاحول مین اسکا جواب یون دیا گیا کہ جب مکحول اکابر صحابہ سے تدلیس کرتا ہے اور محمود کو آپ اکابر صحابہ سے مان چکے ہین تو ممکن ہے کہ ان سے بھی تدلیس کی ہو اور جو شخص اکابر سے روایت کرے کیا وہ مدلس نہین ہو سکتا اور جب وہ مدلس ہے تو اسکی ہر معنعن مین ممنوع :

فی حال مکحول

سلہ ۵ خصوصاً جبکہ اسکا شیخ بھی مدلس ہے ۱۲ سلہ ۵۲ اسیر لاحول مین لکھا گیا کہ ناظرین شیخ کے علم وحال کا اندازہ کریں محمود اکابر اصحاب سے نہین ہے چھوٹا صحابی ہے اکثر بڑے صحابیون سے روایت کرتا ہے ۱۲

انقطاع ہے اور جب تک آپ اسبات کی شہادت نہ پیش کریں کہ
مکحول جب تدلیس کرتا ہے ثقوںسے کرتا ہے اور ثقوں سے تدلیس کرنمیں مشہور
ہے تب تک مکحول کی تدلیس قبول نہ ہوگی انتہے ملخصاً اُسکا جواب استت صـ۱۴۴
میں یوں دیتے ہیں جناب من مکحول اُنسے تدلیس کرتا ہے جو تمام اُمت محمدیہ
علیہ الصلوٰۃ التحیہ کے سردار اور سب سے زیادہ عادل ضابطہ اوثق اور حافظ ہیں
یعنے صحابہ کرام اور انہی سے تدلیس کرنے میں مشہور ہے میں کہتا ہوں یہ آپ
کی چھٹی غلطی ہے آپنے تذکرۃ الحفاظ کی عبارت کے سمجھنے میں فاحش غلطی
کی ہے عبارت تذکرہ کی یہہ ہے یدلس عن ابی بن کعب وعبادۃ بن صامت
وعائیشۃ والکبار اس کے معنے یہہ ہیں کہ ابی مکحول ابی بن کعب اور
عبادہ اور عائیشہ اور کبار سے تدلیس کرتا ہے یعنی اُن کے اور اپنے درمیان
والے راوی کو ساقط کرتا ہے اُس کے یہ معنے نہیں کہ اِن صحابہ کو ساقط کرکے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا ہے صحابہ کے اوثق اُمت ہونمیں
کسی کی مجال ہے کہ شک کرنے ابن عینیہ کی نسبت تو جا بجا لکھا ہوا ہے کہ
جب تدلیس کرتا ہے ثقوںسے کرتا ہے جیسے تذکرۃ الحفاظ صـ۱۴۲ مین اُوسکی
روائیت کے قابل حجت ہونے پر اتفاق ائمہ لکھا ہے لیکن آپ مکحول کی
نسبت بھی ایسا نکال دیں کہ جب تدلیس کرتا ہے ثقو نپر کرتا ہے دیکھو علامہ
ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین فرماتے ہین قلت ہو (حسین بن یسار) مدلس
فلا یحتج بقولہ عن فی من لم یدرک وقد یدلس عمن لقیہ ویسقط من
بینہ وبینہ یعنی وہ (حسین بن یسار) مدلس ہے جب وہ ایسے شخص سے بلفظ

چھٹی غلطی

ف۱ اگر اُس کے معنے یہی ہیں تو کوئی ایسی روائیت دکھاؤ جسمیں مکحول نے ان صحابہ کو ساقط
کرکے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روائیت کی ہو ۱۲ - ف۲ عبارت تذکرہ کی یہ ہے اتفقت
الائمۃ علے الاحتجاج بابن عینہ لحفظہ و امانتہ وقد حج سبعین سنۃ وکان مدلساً لکن علی الثقات

عن روایت کرے جس کو اس نے نہیں پایا تو اس کے قول کے ساتھ
حجت نہیں پکڑی جاتی اور کبھی اپنے ملاقی سے بھی تدلیس کرتا ہے اور اپنے
اور اس کے درمیان والے کو ساقط کر دیتا ہے اس عبارت سے (۳)
امر ثابت ہوئے (۱) یہ کہ مدلس کے معنعن حجت نہیں (۲) یہ کہ کبھی مدلس
اپنے ملاقی سے بھی تدلیس کرتا ہے (۳) یہہ کہ یدلس عمن لقیہ کے یہ معنے
نہین کہ اپنے ملاقی کو ساقط کرتا ہے جیسے شیخ نے یدلس عن ابی
بن کعب کے سمجھے ہیں بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اپنے ملاقی اور اپنے درمیان
کے راوی کو گراتا ہے اسی واسطے علامہ ذہبی نے تصریح کر دی اور فرما دیا و
ویسقط من بینہ وبینہ اسیطرح یدلس عن ابی کے یہہ معنے ہیں ویسقط
من بینہ وبینہ یعنے ابی اور مکحول کے درمیان کے راوی کو مکحول گراتا
ہے اگر کچھہ علم ہے تو ذہبی کی عبارت کے معنے سمجھو یا کسی سے پوچھ
لو اور میزان کی عبارت یروی بالارسال عن ابی عباد لا بھی اسی مطلب
کی تائید کرتی ہے فافہم مغالطہ مکحول سفیان بن عینیہ کی طرح ثقات
سے روایت کرتا ہے یا ضعفا سے ھدایہ ہم مکحول کی روایت ضعفاء
سے ہی تبلا دیتے ہیں میزان الاعتدال جلد ثانی صـ۲۷۵ میں عمر بن نعیم کے ترجمہ میں
لکھا ہوا ہے حدیث عنہ مکحول لا یدری من ھو یعنی عمر بن نعیم سے مکحول
نے حدیث بیان کی اور عمر بن نعیم معلوم نہیں کون ہے اور صـ۶۵۵ میں ہے ابو عائشۃ
جلیس لابی ھریرۃ غیر معروف روی عنہ مکحول یعنے ابو عائشہ غیر معروف
ہے مکحول نے اس سے روایت کی ہے جامع ترمذی صـ۱۳۶ مین ہے حدثنا
سفین بن وکیع نا حفص بن غیاث عن الحجاج عن مکحول عن ابی شمال
عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث۔

دیکھو ابو شمال کو تقریب میں مجہول اور میزان میں لا یعرف لکھا ہوا ہے اور
مکحول اُس سے روایت کرتا ہے معلوم ہوا کہ مکحول ضعفا سے بھی روایت کرتا
ہے اور آپ صیانۃ صہ میں لکھ چکے ہیں کہ اگر اُسکا یعنی مکحول کا۔ روایت
کرنا ضعفاء سے ہوتا تو محل جرح کا ہوتا لیجئے اب تو روایت ضعفاء سے نکل
آئی اب بھی محل جرح ہوا یا نہ اب دیکھو اسی سند میں مکحول کبھی تدلیس کر کے ابو
شمال کو ذکر نہیں کرتا جیسے ترمذی اسی صفحہ میں لکھتا ہے وروی ھٰذا الحدیث
ھشیم و محمد بن یزید الواسطی و ابو معاویۃ و غیر واحد عن
الحجاج عن مکحول عن ابی ایوب ولم یذکروا فیہ عن ابی الشمال ۔
جس سے صاف ہوتا ہے کہ ان کی روایت میں مکحول نے تدلیس کی ہے اور
ابو شمال کو ذکر نہیں کیا معلوم ہوا کہ مکحول ضعفا سے بھی تدلیس کرتا ہے جیسے اُس
نے ابو شمال پر تدلیس کے اور بھی ترمذی میں لکھا ہے حدثنا ابو کریب نا ابو خالد الاحمر
عن ھشام بن الغاز عن مکحول عن ابی ھریرۃ الحدیث ترمذی لکھتا ہے
ھٰذا حدیث اسنادہ لیس بمتصل مکحول لم یسمع من ابی ھریرۃ یعنے
اس حدیث کی سند متصل نہیں اسلیئے کہ مکحول نے ابی ہریرہ سے نہیں سُنا
دیکھیئے یہاں مکحول نے ابی ہریرہ سے تدلیس کی ہے جیسے صاحب میزان
نے لکھا تھا کہ ابی ہریرہ سے بھی روایت بالارسال کرتا ہے اس کا یہ مطلب
نہیں کہ مکحول نے ابی ہریرہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہی کہ اُس نے اپنے
اور ابی ہریرہ کے درمیان کے واسطے کو گرا دیا اور آپ ص۱۴ میں لکھ چکے
ہیں کہ بخاری مسلم کے راوی ثقوں سے تدلیس کرنے میں مشہور ہیں اس لیئے
اُن کی تدلیس قابل اعتبار نہیں پھر اگر مکحول بھی اُن راویوں کی طرح ثقوں
سے تدلیس کرنے میں مشہور تھا تو کیوں اس سند کو غیر متصل کہا گیا۔ مکحول

کو صحیحین کی مدلسین کی مثل سمجھ کر اس سند کو غیر متصل لکھنے سے لازم آتا ہے
کہ صحیحین مین احادیث غیر متصل السند بھی ہین اور یہہ ظاہر ہے کہ جس حدیث
کی سند متصل نہ ہو وہ صحیح نہیں ہوتی تو اس سے لازم آویگا کہ صحیحین میں
بھی کچھ حدیثیں صحیح نہین ہین واللازم باطل فالملزوم مثلہ مغالطہ صـ ١٧
ان صحابہ سے مکحول کی ناملاقات بھی ہے ہدایہ کونسا لفظ ملاقات وسماع
پر دلالت کرتا ہے اگر یہ لکھو کہ تذکرہ کی عبارت "وعن" عن سے ملاقات
اور سماع نکلتا ہے تو ہم کہینگے کہ غلط ہے دیکھئے اسی تذکرہ میں ہے دوی
عن ابی امامۃ الباہلی اور دارقطنی صـ ٨١ اور نصب الرایہ صـ ١٠٠ میں ہے
مکحول لم یسمع عن ابی امامۃ شیئا یعنے مکحول نے ابی امامہ سے کچھ
نہیں سنا ہیں اگر عن سے ملاقات وسماع ثابت ہوتی تو دارقطنی لم یسمع
کیوں کہتا قولہ صـ ٢١ مکحول کی تحدیث بھی بدو وجہ کچھ ضرورت نہیں اقول
جی ہاں ٹھیک ہے یہہ بات تو مثل اس لومڑی اور انگور کے خوشوں کے ہوئی
جو پہونچ نہ سکے اور کہدیا ابھی کچے ہیں کون دانت کھٹے کرے مغالطہ صـ ٢٥
پر حاشیہ یہاں تدلیس چاہیئے نہ روایت ھا یہ کیوں آپ تو خود خیانت
میں لکھتے ہیں مقام غور ہے کہ مکحول کو باوجود اکابر صحابہ سے روایت کرتے
ہوئے مدلس کہنا اسی کے جواب مین لاحول صـ ٦ مین لکھا گیا تھا کہ جو شخص اکابر
صحابہ سے روایت کرے کیا وہ مدلس نہیں ہو سکتا جس کے جواب میں آپ
است صـ ٢٥ میں تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں ملا صاحب مدلس ہوتا ہے
سو یہہ آپکے قول میں پانچواں تعارض ہے۔ صیانت مین تو لکھتے ہو کہ باوجود
اکابر صحابہ سے روایت کرتے ہوئے مدلس کہنا عقلمندی کا کام نہیں یہاں

ف پانچوان تعارض

سـ ٥١ پس روایت ہی چاہیئے ١٢ منہ

لکھدیا کہ مدلس ہوتا ہے واضح ہو کہ لاحول ہیں جو مکحول کی محمود بن ربیع سے
تدلیس اور عدم ملاقات آپ کی کلام سے ثابت کی گئی تھی اسکا جواب تو
آپ سے کچھ نہ ہوسکا ترمذی[ف۵۱] کے حصر پر غیر صحیح لکھدیا پھر بھی اصل مطلب یعنی
مکحول کی تصریح سماع محمود سے ثابت نہیں کر سکے مغالطہ ص۱۴۱ اِس امر کی
تصریح بچشم خود ملاحظہ فرما لیجئے اسی کتاب تہذیب الاسماء کے ص۱۴۴
محمود بن الربیع الی آخر ما قال روی عنہ مکحول ہذا یہ ملاقات اور سماع کس
لفظ کا مفاد ہے ابھی آپ ص۴۵ میں لکھ آئے ہیں۔ کہ احتمال فائدہ یقین
کا نہیں دیتا ابھی یہاں آکر بھول گئے[ف۵۲]۔ لفظ عن جو محتمل اِنصال وانقطاع
دونوں کو ہے اُس سے سماع اور ملاقات نکالتے ہو سچ ہے نئے
فاضل اور نئے نئے قاعدے مغالطہ ص۴۷ شیخ عبدالحق حنفی مقدمہ مشکوٰۃ
میں لکھتے ہیں والذی وقع من بعضِ الاکابر ھذا یہ میں کہتا ہوں
جب شیخ عبدالحق صاحب لکھ چکے ہیں کہ عنعنۃ المدلس غیر مقبول
کہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو ضعفاء وغیرہ سے تدلیس
کرے بجز تصریح سماع اُس کی تدلیس مقبول نہیں تو ضرور ان کے اس قول
سے یہی مراد ہے کہ جو بعض اکابر مثلاً ابن عیینہ وغیرہ سے تدلیس ہوئی
ہے یعنی جو ثقوں سے تدلیس کرتے ہیں مشہور ہیں اُن کی تدلیس اس
قسم کی نہیں یعنے مردود نہیں پس مکحول اگرچہ تابعی تھے مگر چونکہ ثقوں نے
تدلیس کرنے[ف۵۳] میں مشہور نہیں اس کی معنعن بجز تصریح سماع مقبول نہ
ہوگی یہ تو ظاہر ہے کہ راویان احادیث نبوی بڑے بڑے اکابر گذرے
ہیں اور اُن میں سے مدلسین بھی تھے اگر شیخ عبدالحق کے قول کے

ف۵۱ آپ جانو ترمذی کو جھوٹا کہو یا ذہبی کو بہمن کہو ف۵۲ سچ ہے جھوٹے کو یاد نہیں رہتا ۱۲
ف۵۳ اور تیر پیچھے ثابت کیا گیا۔ کہ مکحول ضعفاء سے بھی تدلیس کرتا ہے ۱۲

یہ معنے نہ لیئے جاویں تو لازم آتا ہے کہ کسی کی تدلیس مردود[۱] نہ ہو وہذا
کما ترای مغالطہ امام ابوحنیفہ کو بہ مذہب صحیح کسی اصحابی سے لقا نہیں ہذا ہم
ہم نہائیت افسوس سے اس بات کی شکائیت کرتے ہیں کہ امام علیہ الرحمۃ
کی نسبت علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین صاف لکھا ہے رای انس
بن مالک غیر مرۃ یعنی امام اعظم نے انس بن مالک صحابی کو بہت دفعہ دیکھا
ہے باوجود اس تصریح کے بھی آپ کا یہ فرمان کہ کسی صحابی سے لقا نہیں اور
مکحول و رجاء بن حیوہ کی بابت لفظ عن سے ملاقات گھڑلی اور اس گھڑہ یعنی
پر اتنا فخر کہ الحمد للہ سچ ہے حبک الشیء یعمی و یصم مغالطہ ص۲۷ مین
کہتا ہوں ابھی تک آپنے پیش تو کچھ نہیں کیا یہاں پیش کرو گے کیا معنے ہدایہ
یہ آپ کی ساتوین غلطی ہے جیسے آپنے سنان کی عبارات سمجھنے مین غلطی
کی ویسے لاحول کا مطلب سمجھنے میں کامیاب ہوئے اور دو عبارت سمجھنے مین
بھی علم کی بڑی ضرورت ہے۔ ناظرین جب شیخ نے صیانۃ ص۶ مین
لکھا کہ تمہارے پیغمبر نعمان عم کے نزدیک تو مدلس منقطع مرسل ضعیف معنعن وغیرہ
سب حجت ہیں تو اس کے جواب مین لاحول ص۶ میں لکھا گیا کہ تم پہلے اقرار کرو کہ
ہماری پیش کردہ حدیثیں انہی اقسام سے ہیں یعنی ضعیف ہیں پھر ہمسے پوچھو کہ
تمہارے نزدیک حجت ہین الخ انتہی اس عبارت کا یہہ مطلب تھا۔ کہ تم اپنی
حدیثوں کا (جو آپنے بزعم خود بہشت فرضیت فاتحہ خلف الامام لکھی ہین پہلے
ضعیف ہونا تسلیم کرو پھر ہمکو کہو کہ ہماری حدیثیں بیشک ضعیف ہیں مگر تمہارے
نزدیک ضعیف بھی حجت ہیں تم ان پر عمل کیوں نہین کرتے پھر ہم اس بات
کا جواب دینگے اِس عبارت کا وہ مطلب نہین جو آپنے سمجھ لیا۔ ناظرین

[۱] دیکھیے ابن اسحٰق جسکو آپ امیر المومنین فی الحدیث جانتے ہین اور اکابر لوگوں کو مانتے ہیں پھر بھی اس کے روایت بجز تصریح سماع مقبول نہیں جانتے جیسے آپنے ص۱۵ میں اس امر کی تصریح کردی ہے

محمد بن اسحق اور مکحول کی نسبت جو کچھ شیخ نے لکھا تھا اُسکا جواب بحمد اللہ تمام ہوا اور صاف ثابت ہوگیا کہ پہلی حدیث پر جو ہماری طرف سے جرح کی گئی وہ اُن سے اٹھائی نہین گئی لہذا وہ حدیث ضعیف ہوئی اب ہم دوسری حدیث رسالہ صیف سے نقل کرکے اِسکا ضعیف ہونا بھی پبلک پر ظاہر کرتے ہین - واللہ المعین وبہ نستعین *

حدیث دُوسری کا بیان

صاحب سیف نے صیف مین یہ حدیث اپنے زعم مین صحیح مرفوع متصل سمجھ کر پیش کی تلخیص مین لکھا ہے اخبرنا علی بن بکار اخبرنا ابو اسحق الفزاری عن الاوزاعی عن عمرو بن سعد عن رجاء بن حیوۃ عن عبادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انقرءون القران اذا کنتم معی فی الصلوٰۃ قلنا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القران الجواب (اولا) رجاء بن حیوۃ نے عبادہ کو نہیں پایا پس یہہ حدیث منقطع ہوئی ثانیا) جملہ کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رجاء اور عبادہ کے درمیان محمود بن ربیع کا واسطہ ہے امام ابن عبد البر تمہید مین فرماتے ہیں وذکر وکیع عن ابن عون عن رجاء بن حیوۃ عن محمود بن الربیع قال صلیت الی جنب عبادۃ بن الصامت فقرء بفاتحۃ الکتب الحدیث - ثانیا - جملہ استثنائیہ صحیح نہیں اس قصہ میں کسی سند صحیح سے جملہ استثنائیہ ثابت نہین فالصحیح ما رواہ الطحاوی بغیر ھذہ الجملۃ - ثالثا - استثناء ثبوت و عدم سے منشی ا- سے ساکت

۵؎ اگر کوئی اس بات کو نہ مانے تو رجاء کی ملاقات ثابت کردے ۱۲

ہوتی ہے فلم تثبت ما ادعاہ مفصل بیان اسکا حدیث پہلی کے جواب
نمبر (۱۲) میں گزرا (رابعا) اس حدیث کی پوری سنا یون ہے حدثنا محمد
ثنا محمد ثنا علی بن بکار الخ پہلا محمد وہ ابوبکر محمد بن ابراہیم ملقب
بہ ابن مقری ہے اور دوسرا محمد ابن برکۃ حلبی ہے کیونکہ اسی ترجمہ مین ابو نعیم
نے ایک حدیث کو یوں روایت کیا ہے حدثنا محمد بن ابراہیم
ثنا محمد بن برکۃ الحلبی ثنا علی بن بکار قال ثنا ابو اسحق الفزاری
الخ تو میں کہتا ہوں محمد بن برکت حلبی کو دارقطنی نے ضعیف کہا ہے
کذا فی المیزان ہمنے سفان ص۳ میں یہہ سوال کیا کہ اِس حدیث مین جب
تک ابو اسحق کی ملاقات اوزاعی[۲] کے ساتھ اور اسکی عمرو بن سعد کی ساتھ
اور اسکی رجاء بن حیوہ کے ساتھ اور اسکی عبادہ کے ساتھ نہ ثابت ہو
بموجب قاعدہ محدثین قابل احتجاج نہیں ہوسکتے کیونکہ یہہ حدیث معنعن
ہے اور معنعن غیر مدلس کی اُس وقت مقبول ہوتی ہے جبکہ لقا ثابت ہو
پس مجیب کو چاہیئے کہ اِن کی ملاقات ثابت کرنے خصوصاً رجاء بن
حیوہ کی عبادہ کیساتھ۔ اِس کا جواب شیخ نے صیانت صفحہ ۷ میں یوں
لکھا ہے اے بندۂ خدا اگر تم کو اِن کے عدم لقاء کا علم ہے تو ثابت[۱]
کرو اِس کے جواب میں لاحول ص۲ مین لکھا گیا کہ مانع نے منع کر دیا تم اگر
مثبتین سے ہو تو دلیل ثبوت بیان کرو شیخ الطائفہ است ص۵ مین اسکا
جواب یون دیتے ہین کہ ہمکو قرآن نے تعلیم دی ہے کہ جب تم مثبتین
سے ہو تو دلیل منع مانعین سے طلب کرو مین کہتا ہون آپنے منع
کے معنے ہنہیں سمجھے یہ آپ کی اٹکھیلین غلطی ہے خُدا سے ڈرو خدا ہیر

۱؎ ناظرین خیال کریں کہ کیسا جواب ہے ۱۲ ۲؎ اوزاعی مدلس ہے ۱۲

بہتان مت باندھو منع اصطلاح مناظرین مین مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنے کو کہتے ہین جب منع خود دلیل طلب کرتا ہے تو منع کی دلیل یعنے چہ قرآن کریم سے جو آیات تم نے لکھی ہین یہی تمہاری فاضلیت[۱] ظاہر کررہی ہیں آیت قل من یرزقکم من السماء والارض مین کون مانع ہے اور کون سی دلیل طلب کیگئی ہے جسکو آپ منع کی دلیل سمجھتے ہیں یہہ آیت تو خود توحید کی دلیل ہے یعنی اللہ جلشانہ نے اپنے رسول کو فرمایا کہ تم ان سے دریافت کرو کہ تمہیں رزق کون دیتا ہے وہ کہیں گے اللہ پس تو کہو کہ وہی خدا تمہارا معبود برحق ہے دوسرا کوئی نہیں یہان کسی مانع سے کوئی دلیل طلب نہیں کیگئی یہ تمہارا بہتان ہے۔ ہان یوں کہو جیسے ہم تم سے پوچھین کہ تمہارے نزدیک جرح تعدیل کن لوگون کی معتبر ہے تو تم کہینگے محدثین کی تو ہم کہین گے کہ یہی محدثین تمہاری پیش کردہ احادیث کے روایت پر کلام کرتے ہیں جس سے تم کو بجز تسلیم کوئی چارہ نہ ہوگا اور آیت قل هل من شرکاءکم من یهدی الی الحق مین بھی کسی مانع سے کوئی دلیل طلب نہین کی گئی یہ بھی آپ کا بہتان ہے بلکہ یون کہو کہ جب کفار نے شرکاء کا دعوے کیا جیسے تم فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کی دعوی کرتے ہین تو اُنسے دلیل طلب کیگئی کیونکہ وہ مدعی تھے جیسے آپسے دلیل طلب کیگئی کیونکہ آپ بھی مدعی ہین جب اُن سے کوئی دلیل نہ بن آئی جیسے تمسے وہ جھوٹے سمجھے گئے

---

۱ تمہارا ان آیتو کے نقل کرنیسے اصل مطلب یہی ہے کہ مثبت پر دلیل نہیں ہوتی مانع پر ہوتی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالے مثبت تھا اور لوگ منکرین مانع تھے اللہ تعالے نے خود تو اُن کو کوئی دلیل نہین دی اُن سے دلیل منع طلب کی گویا اس سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم نے قرآن کے حق ہونیکا اور اپنی رازقی ہونیکے اُنکو کوئی دلیل نہین دی بلکہ اُنسے ہی دلیل منع طلب کی ہے یہ صراحۃ باطل لغو ہے گویا پروردگار کا عاجز ہونا دلیل سے ثابت ہوتا ہے اور یہ کفر ہے

جیسے تم یا یوں لکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی منزل من اللہ ہونیکا دعواے کیا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدعی ہے آپسے دلیل طلب کیگئی آپنے یہہ دلیل بیان کی کہ ایسی کلام کوئی بشر نہیں بنا سکتا اگر تم ای کفار ہماری اِس دلیل پر کوئی جرح کر سکتے ہو تو کرو اور یہہ تو ظاہر ہے کہ اس دلیل پر اون کی صرف یہی جرح تھی کہ وہ ایسی کلام بنا لاتے چونکہ وہ ایسی کلام بنانے سے عاجز آگئے تو جھوٹے سمجھے گئے اِس سے بھی یہی سمجھا گیا کہ مدعی کو دلیل دینی چاہیئے اور سائل کو جرح۔ اگر سائل جرح نہ کر سکے تو عاجز سمجھا جاوے یا مدعی اپنی دلیل کی جرح نہ اُٹھا سکے تو وہ عاجز سمجھا جاوے

۵۱ جیسے آپ یا یوں لکھو کہ اسمیں معارضہ سے عجز بتلایا گیا ہے۔ ہم ابھی معارض نہیں ہیں ہمکو تو خود صاحب سیف سائل لکھہ چکا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سائل کا کام مدعی کے دعواے کی نفی کرتا ہے ہاں جب ہم تمہاری دعوای کو معارضہ سے باطل کرنا چاہیں گے تب تم ہمسے دلیل مانگسکتے ہو مگر جب ہم تمہارے دعوٰی کو منع اور نقض سے باطل کرتے ہیں تو اب دلیل طلب کرنا تمہاری خوش فہمی ہے۔ ناظرین۔ جانتے ہوں گے کہ شیخ نے اصل مطلب سے کنارہ کر کے کچھ کا کچھ لکھدیا اصل مطلب تو یہہ تھا کہ رجالوں کی حدیث مین سب رواۃ کی آپسمیں ملاقات ثابت کرو جس کے جواب مین ارشاد

۵۱ علاوہ اس کے مثبت تب ہی ہو سکتا ہے جب ثبوت کیلئے دلیل پیش کرے اور مانع تب ہو سکتا ہے کہ دلیل کے مقدمات پر اجمالی یا تفصیلی جرح کرے جب تم مثبتین بنکے ہو تو لقاء ثابت کرو بعدہ ہم اوسکے مقدمات پر جرح کر کے مانع بنینگے جب تک دلیل ثبوت نہ پیش کرو ہم منع کسپر وارد کریں ہاں اتنا ہو سکتا ہے کہ مدعی جب دعوے کرے اور دلیل بیان نہ کرے تو اُس کے جواب میں صرف دعوی پر مانع منع کر سکتا ہے یعنے یہ کہ سکتا ہے کہ تمہارا دعوے ممنوع ہے جب تک کوئی دلیل نہ پیش کرو ہم تمہارے دعوے کو تسلیم نہیں کرتے بعد اسکے اگر وہ دلیل پیش کرے تو مانع اُس کی دلیل پر منع وارد کر سکتا ہے جب تک منع وارد نہ کرے دعوے بر حال رہیگا صرف پہلے منع کافی ہوگی اب ہم مکرر سہ کرر کہتے ہیں کہ تمہارا دعوے بر جا کے لقاء کا منع ہے تم اس کے نفاد کے ثبوت پر اوسی دلیل پیش کرو بارے ثبوت تمہارے ذمہ ہے ۱۲ منہ

ہوا کہ اگر تمکو عدم لقا کا علم ہے تو ثابت کرو ✦ بنبع خدا یہ بھی کوئی قاعدہ کی بات
ہے کہ ایک حدیث کی صحیح مرفوع متصل ہونیکا تو دعوے اور شروط صحت کی
ثابت کرنیسے جی چرانا جب تم اِس حدیث کو صحیح متصل کہتے ہو تو کیا تمہاری
ذمہ نہیں ہے کہ اُسکا اتصال ثابت کریں ہمکو تو لا نسلم ہے کہدینا کافی
ہے چونکہ تم اُس کے متصل ہونے کی مدعی ہین اور نیز مثبت اِس لیئے
تمکو اُسکا اتصال ثابت کرنا چاہیئے مغالطہ ص ۴۹ ہمنے تو بفضل خدا رجاء
بن حیوہ کی ملاقات عبادہ سے ثابت کردے جیسے اوپر گذر اہین کھتا
ہوں ہم اوپر بھی دیکھ لیتے ہیں کہ آپنے کسطرح ثابت کی ہے آپ پہلے تو
تذکرہ کی عبارت لکھتے ہیں جسمیں بجائے عنہ ابن عون عن ابن عوف لکھتے
ہین پھر اُس کے ترجمہ مین بھی ابن عوف ہی لکھتے ہین جو تمہاری ناویں غلطی ننانویں غلطی
ہے پھر تہذیب کی عبارت روی عن معاذ و عبادہ سے ملاقات سمجھ کر
بڑے زور شور سے لکھتے ہیں ص ۱۹ لیجیے جناب خصوصاً رجاء بن حیوہ کی ملاقات
عبادہ سے ہے یا نہین ھذا ایلے سنان ہین ابو اسحٰق اور اوزاعی وعمرو بن
سعد و رجاء کی آپسمین ملاقات کی نسبت بھی سوال تھا معلوم نہیں تم نے
ان سے کیوں کچلوتھی کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ تم ثابت نہین کر سکے
تہذیب کی عبارت سے صرف اِسقدر ثابت ہوتا ہے کہ رجاء نے عبادہ سے روایت
کی سو یہہ حدیث رجاء کی جسکو صاحب سیف نے نقل کیا ہمارے سامنے
ہے اِتنی بات تو اِسی حدیث سے ثابت ہو جاتی تھی کہ رجاء بلفظِ عن عبادہ
سے روایت کرتا ہے تم نے اسقدر کیون تکلیف اُٹھائی ہمارا سوال تو یہ تھا
کہ ان کی آپسمیں ملاقات ثابت کرو ـ جو آپ نہین کر سکے کیا آپ
جانتے نہیں ہیں ✦

کہ لفظِ عن جو محتمل اتصال و انقطاع دونوں کو ہے تو پھر اُس سے ملاقات سمجھنا آپ ہی جیسے فاضلوں کا کام ہے دیکھئے خلاصہ صفحہ ۱۱۸ میں رجاء بن حیوة کے ترجمہ میں لکھا ہوا ہے وارسل عن معاذ یعنے رجاء نے معاذ سے ارسال کیا ہے اِس عبارت سے دو امر ثابت ہوگئے (۱) یہ کہ معاذ سے رجاء نے ارسال کیا (۲) یہ کہ رجاء ارسال بھی کرتا ہے اب ہم پوچھتے ہیں کیا معاذ کی بابت تہذیب میں روی عن معاذ نہیں تھا جس سے آپ ملاقات سمجھ بیٹھے سو جب اس نے معاذ سے ارسال کیا تو کیا یہ ممکن نہیں کہ عبادہ سے بھی کیا ہو۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں رجاء کے ترجمہ میں لکھتے ہیں روی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص الی آخر ما قال وابی الدرداء وابی سعید الخدری وورّاد کاتب المغیرۃ وخلق (ثم قال) قال احمد بن حنبل لم یلق رجاء ورّاد کاتب المغیرۃ وکذا حکی الترمذی عن البخاری وابی زرعۃ قلت وروایۃ عن ابی الدرداء مرسلۃ انتہٰی مختصر الحصنا یعنی رجاء نے عبد اللہ بن عمر ابی الدرداء و ورّاد کاتب مغیرہ سے روایت کی ہے اور احمد حنبل فرماتے ہیں کہ رجاء نے ورّاد سے ملاقات نہیں کی میں کہتا ہوں اسکی روایت ابی الدرداء سے مرسل ہے اب دیکھو لفظِ روی عن تو ورّاد و ابی الدرداء کے بارہ میں بھی تھا۔ مگر اہلحدیث نے اِن کی

۱۰۱) اگر عن ملاقات پر نص ہوتا تو امام بخاری معنعن میں لقا کیوں ضروری کہتا دیکھئے امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں وھذا الذی صار الیہ مسلم قد انکرہ المحققون وقالوا ھذا الذی صار الیہ ضعیف والذی ردہ ھو المختار الصحیح الذی علیہ ائمۃ ھذا الفن علی بن المدینی والبخاری وغیرھما اور مقدمہ میں فرماتے ہیں ومنھم من شرط ثبوت اللقاء وحدہ وھو مذھب علی بن المدینی والبخاری وابی بکر ابن الصیرفی والشافعی والمحققین وھو الصحیح حاصل ترجمہ یہ ہے کہ امام مسلم کا یہ مذہب یعنے معنعن متصل ہے بشرط امکان لقاء اسکا محققین نے انکار فرمایا ہے اور اسکو ضعیف کہا ہے اور جس مذہب کو مسلم نے رد کیا ہے یعنے اشتراط لقاء وہی مختار اور صحیح ہے جسپر ائمہ اہل حدیث علی بن مدینی و بخاری وغیرہ ہیں اور حافظ ابن حجر نے بھی اس مذہب کو ہو المختار فرمایا ہے واللہ اعلم ۱۲ عفی عنہ

ملاقات کی نفی کی ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ روی عن سے ملاقات ثابت نہین ہوتی لہذا آپکو ضروری ہوا کہ اسکی ملاقات عبادہ کے ساتھ ثابت کرین ورنہ دعوی صحت واتصال حدیث چھوڑ دین یہانتک حدیث رجاء بن حیوہ کی نسبت جو کچھہ شیخ نے لکھا تھا اسکا جواب ختم ہوا مفصل اسبات پر ہوا کہ شیخ صاحب اس حدیث کو صحیح متصل نہیں کر سکے طرفہ یہ ہے کہ اس حدیث کا حوالہ تو تلخیص کا دیا حالانکہ یہہ حدیث تلخیص مین بالکل نہین ہے ؛

حدیث تیسری کا بیان

صاحب سیف نے ایک حدیث بزعم خود مثبت فرضیت فاتحہ خلف الامام صحیح مرفوع متصل یہ بھی لکھی ہے خالد الخزاعی عن ابی قلابة عن محمد بن ابی عائشة عن رجل من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلکم تقرؤن والامام یقرء قالوا انا لنفعل قال لا الا ان یقرء احدکم فاتحة الکتاب واسناده حسن

الجواب یہ حدیث بھی بچند وجوہ صحیح اور قابل حجت نہیں (۱) اسکی پوری سند نہ تو صاحب سیف نے لکھی ہے نہ شیخ نے معلوم نہیں کہ اس کے نیچے امام احمد تک کون کون راوی ہین اور کیسے ہیں (۲) اس حدیث مین خالد خزاعی ہیں جنکو میزان ص۲۹۶ میں لیس بالقوی لکھا ہے اگر کہو یہ خالد خزاعی ہماری خیانت ہے اصل میں خالد حذا ہیں تو ہم کہیں گے خالد حذا متغیر الحفظ ہیں کمافی التقریب والمیزان پس اسکے متغیر الحفظ ہونیسے پہلے اس کے شاگرد کا اخذ ثابت کرو (۳) خالد

حذاء نے جملہ استثنائیہ ایوب سختیانی پر اور نیز عبداللہ بن عمر بن حفص پر زیادہ کیا اور یہ دونوں اس سے درجہ اور مرتبہ میں بڑھکر ہیں اور خالد اُن کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں بلکہ ابو حاتم نے اُسکو لایحتج بہ بھی لکھا ہے پس یہ جملہ صحیح نہ ہوا (۴) اِس حدیث میں ابو قلابہ ہیں جسکے حق میں میزان میں لکھا ہے ثقة فی نفسه الا انه یدلس عمن لحقهم وعمن لم یلحقهم یعنے فی نفسہ ثقہ تو ہے لیکن تدلیس کرتا ہے اُن سے جنکو ملا ہے اور اُن سے بھی جنکو نہیں ملا پس جب یہ مدلس ہوا اور اس نے محمّد بن ابی عائشہ سے تصریح سماع نہیں کی تو یہہ حدیث مقبول نہ ہوئی (۵) ابن ابی عائشہ طبقہ رابع سے ہے جنکی اکثر روایات کبار تابعین سے ہوا کرتی ہے اور اُس نے اپنے شیخ کا نام بیان نہیں کیا تاکہ معلوم کیا جاوے کہ اُس نے اُسکا زمانہ پایا ہے یا نہیں اور معنعن غیر مدلس میں مسلم کے نزدیک معاصرت اور بخاری کے نزدیک لقاء شرط ہے۔ پس جب اوسکا نام ہی معلوم نہیں تو معاصرت کسطرح معلوم ہوگی۔ اور جب معاصرت ولقاء ثابت نہ ہوا تو کسی کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہوگی اور یہہ جو کہتے ہیں کہ صحابی کی جہالت مضر نہیں وہ اسبات پر محمول ہے کہ تابعی تصریح سماع کرے حافظ سیوطی نے تدریب الراوی میں عراقی سے ایسا ہی نقل کیا ہے (۶) اس حدیث میں جملہ استثنائیہ یعنی الا ان یقرأ احدکم فاتحة الکتب ہے جسکے معنے خود شیخ صاحب اسطرح لکھتے ہیں مگر یہ کہ پڑھے ایک تمہارا فاتحہ کو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ - ف۱ اگر اسکا شاگرد یزید بن ربیع ہے تو یہ بصری ہیں اور خالد حذاء جب شام کو بصرہ میں آئے تو متغیر الحفظ تھے معلوم ہوا کہ یزید کا اخذ بوقت تغیر الحفظ خالد تھا پس حدیث قابل حجت نہ ہوئی ۱۲ - ف۵ واضح ہو کہ معنے احدکم کے دو ہیں یک وہ کہ یعنے ایک معین اور ایک غیر معین اور دونو معنے مستدل کو مضر ہیں اور یہ جو کہتے ہیں کہ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک پڑھے ہے ٹھیک نہیں اولا یہ معنے مخالف ترجمہ شیخ ہیں یا شیخ کے ترجمہ میں لفظ ہر نہیں اور کیوں ہوتا اگر ہوتا تو کس لفظ کا ترجمہ ہوتا (۲) احدکے معنے ایک یا کوئی ہیں نہ ہر ایک من ادعی فعلیہ البیان پس لامحالہ معنے اس حدیث کے یہی ہونگے کہ سوا ایک شخص کے پڑھنے کی کوئی فاتحہ نہ پڑھے اور وہ ایک شخص امام ہے فالحدیث ان صح فہو دلیل لنا علیہ ر

پس احد سے اگر حد معین مراد ہے تو بھی آپ کو مضر ہے اگر غیر معین مراد ہے تو بھی مضر۔ اگر یہ مراد ہے کہ جو چاہے پڑھے تو اس سے لازم آتا ہے کہ جو نہ چاہے نہ پڑھے (۷) استثنا ثبوت و عدم مُستثنےٰ سے ساکت ہوتی ہے کما تقرر فی الاصول دیکھو نمبر (۱۳) جواب حدیث اول (۸) اگر یہ حدیث بزعم شما حسن ہی ہے تو بھی حدیث حسن امام بخاری کے نزدیک حجت نہیں کما سیجئ (۹) یہ طریق غیر محفوظ ہے ایوب سختیانی نے اس حدیث کو مرسلا روایت کیا ہی خود خالد خدا نے بھی اسکو ارسال کیا ہے جیسے کہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ مین ہے۔ حدثنا هشیم قال انا خالد عن ابی قلابة ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال لاصحابه هل تقرؤن خلف الامام کم الحدیث۔ دارقطنی نے بھی کتاب العلل مین لکھا ہے والمرسل الصحیح جس سے معلوم ہوا کہ یہہ حدیث متصل صحیح نہیں ؛

اور محدثین کا قاعدہ ہے کہ جب رواة کا وصل و ارسال مین اختلاف ہو اور راوی یکسان حفظ و ضبط مین نہ ہوں تو اقوی اور راجح کا اعتبار ہوتا ہے پس اس مقام میں ایوب سختیانی بہ نسبت خالد حذا و زیادہ ثقہ اور معتبر ہے حالانکہ خود خالد نے بھی مرسلا روایت کی پس اس حالت مین حکم ارسال کو ہوگا نہ وصل کو اسیواسطے دارقطنی نے مرسل کو صحیح کیا ؛ الغرض ہمنے سنان صفحہ ۳ میں اسپر یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث معنعن مروی ہے اور عنعنہ کے قبول مین لقاء شرط ہے ابن ابی عائشہ نے عن رجل کہا ہے پس لقاء کا ثبوت کہان ہوا خصوصاً ایسی حالت میں کہ طبقہ رابع سے ہوں پس یہ حدیث متصل السند نہیں ہوسکتی ہان اگر رجل کی تصریح ہوتی تو بموجب قاعدہ محدثین اتصال کہا جاتا۔ واذ لا فلا اس کے جواب

میں صیانت ص۳ میں لکھتا ہے جناب معاصرت موجود ہے اور ابن ابی
عائیشہ نے عن رجل من اصحاب النبی کہا ہے چونکہ حدیث مین لفظ اصحابی کا
موجود ہے حاجت نام لینے کی نہیں پس حدیث متصل السند ہوگئی انتہے
اُسکے جواب میں لاحول ص۷ میں لکھا گیا کہ معاصرت بدون ملاقات مذہب
مختار مین مفید نہیں کما مر اور ابن ابی عائیشہ نے گو عن رجل من اصحاب النبی
کہا ہے مجیب کو ضرور ہے کہ ابن ابی عائیشہ کا لقاء اُس صحابی رجل سے ثابت
کرے کیونکہ ابن ابی عائیشہ طبقہ رابع سے ہے جنکی اکثر روائت کبار تابعین
سے ہوا کرتے ہیں اس کا جواب شیخ است ص۴۹ میں یون دیتا ہے
کہ جو محدثین کا مذہب تھا اُسکو تم نے کیون نقل نہیں کیا۔ مین کہتا ہوں
رجال کی بحث مین دیکھو قولہ ص۹ صاحب سیف اس حدیث کو واسطے
ثبوت اپنے دعوٰی کے لایا۔ اقول لفظ دعوٰی یاد رہے آپنے مدعی ہونا
تسلیم کیا۔ صغا الطالع ص۵ اسپر صاحب سنان نے یہ شبہ کیا کہ محمد بن ابی عائیشہ
طبقہ رابعہ سے ہین اور طبقہ رابعہ کے وہ لوگ ہیں جنکو صحابہ سے لقا نہین ہوا
یہ تمہارا ناروا بہتان ہے میں نے سنان مین یہ بالکل نہیں لکھا کہ طبقہ رابع کے
وہ لوگ ہیں جن کو صحابہ سے لقا نہیں مین نے تو یون لکھا ہے کہ یہ حدیث
بھی معنعن مروی ہے اور عنعنہ کے قبول مین شرط ہے کہ لقا ثابت ہوا
ابن ابی عائیشہ نے عن رجل کہا ہے پس لقاء کا ثبوت کہان خصوصاً ایسی
حالت مین کہ طبقہ رابعہ سے ہون انتہے اور اسی عبادت کو لاحول مین مفصل
کیا گیا مطلب یہ ہے کہ جب تک محمد کی ملاقات اُس صحابی سے ثابت نہ
ہو جس سے وہ بلفظ عن روائت کرتا ہے تب تک حدیث متصل نہیں ہو
سکتے خصوصاً ایسی حالت مین کہ محمد طبقہ رابع سے ہے اور طبقہ رابعہ میں

وہ لوگ ہیں جنکی اکثر روایت کبار تابعین سے ہے پس احتمال ہے کہ اس حدیث میں بھی کوئی بڑا تابعی چھوٹا ہوا ہو پس اگر تم اس احتمال کو رفع کر سکتے ہین تو محمد کی ملاقات اس صحابی سے ثابت کرین وو دونہ خرط القتاد ہے مغالطہ ۵ تقریب مین لکھا ہے الطبقۃ الرابعۃ تلیہا ای الثالثۃ جل روایتہم عن کبار التابعین کالزہری وقتادہ کا یعنی طبقہ رابع متصل ہے طبقہ ثالثہ کے بہت جلالت رکھتی ہے روایت اُن کی اور یہ طبقہ کبار تابعین کا ہے مثل زہری وقتادہ کے ھذا بلفظہ یہ تمہاری دسوین غلطی ہے صحیح ترجمہ اس عبارت کا یوں ہے طبقہ رابعہ تیسرے کو ملتا ہے اکثر روایت ان کی کبار تابعین سے ہے جیسی زہری وقتادہ - باوجودیکہ لاحول میں اس عبارت کا ترجمہ بھی لکھا گیا پھر بھی تم کو سمجھ نہ آئی دیکھو تم نے چوتھی طبقہ کو لکھا ہے کہ یہ کبار تابعین کا ہے حالانکہ طبقہ ثانیہ کی نسبت تقریب میں لکھا ہے الثانیۃ طبقۃ کبار التابعین کابن المسیب یعنے دوسرا طبقہ کبار تابعین کا ہے جیسے ابن المسیب - ناظرین خیال کرین کہ طبقہ ثانیہ تو کبار تابعین کا اور چوتھا پھر کبار تابعین کا کیا یہ شیخ کی غلطی یا دھوکہ دہی نہین قولکی ص۱۵

دسوین غلطی

ف۲ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں واکثر الزہری من الروایۃ عن التابعین جسکا مطلب یہی ہے کہ اکثر روایات ان کی تابعین سے ہے ۱۲

لکہ ذرا محمود بن ربیعہ کے ترجمہ کے آپ معنے تو کرین یعنی اس عبارت کے صحابی صغیر جل روایتہ عن الصحابۃ کیا اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ جلالت رکھتی ہے روایت اسکی اور یہ صحابہ سے ہے ۱۲ - ف دیکھو ابن مسیب دوسرے طبقہ کا کبار تابعین سے ہے اب زہری کی اس سے روایت سنو ترمذی ص۱۱۲ یعنی حدثنا الحسن بن علی الحلوانی وغیر واحد قالوا نا عبد الرزاق انا معمر عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ الحدیث اور سنو ترمذی ص۸ میں ہے اخبرنا سوید نا عبد اللہ عن یونس عن الزہری عن عروہ بن الزبیر وابن المسیب دیکھو عروہ اور ابن مسیب دو نو طبقہ ثانیہ کبار تابعین سے ہیں ان سے زہری روایت کرتا ہے اب قتادہ کی روایت سنو ترمذی تحفہ۲ میں لکھا ہے حدثنا محمد بن بشار نا ابو داؤد عن عمران القطان عن قتادہ عن زید بن عبد اللہ بن الشخیر عن عیاض بن حمار دیکھو یزید کبار تابعین طبقہ ثانیہ سے ہے اس سے قتادہ روایت کرتا ہے پس ابن حجر کا یہ کہنا کہ چوتھے طبقہ والوں کے اکثر روایت کبار تابعین سے ہے نہایت صحیح ہے اور ترجمہ شیخ کا نہایت غلط ۱۲ -

قرأن کے کیا معنے کہ محمد بن ابی عائشہ کو لقادہ ہو میں کہتا ہوں کہ محمد کو صحابی سے گو لقا ہیں ہو مگر چونکہ یہ اکثر بڑے بڑے تابعیوں سے روایت کیا کرتے ہیں اسلئے ضرور ہوا کہ جس صحابی سے روایت کریں اس سے خاص ان کی ملاقات ثابت ہو پہلے آپ لکھو کہ وہ صحابی کون ہیں ان کا نام کیا ہے پھر ہم دیکھیں کہ ابن ابی عائشہ نے اسکا زمانہ پایا ہے یا نہیں اور ان کو ملا بھی ہے یا نہیں یہ تو ظاہر ہے کہ ابن ابی عائشہ نے تمام صحابہ کو تو پایا ہی نہیں بعض کو پایا ہوگا پس جب تک صحابی کے نام کی تصریح نہ ہو ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کا زمانہ محمد نے پایا اور اس سے ملاقات کی اگرچہ محمد مدلس نہیں ہیں مگر غیر مدلس کی عنعن بھی اسیوقت قابل قبول ہوتی ہے جبکہ اسکا لقا ثابت ہو۔

کمام مغالطہ طرفہ یہ کہ تقریب میں لکھا ہے۔ قتادہ طبقہ رابعہ کے اخیر میں ہوئے ہیں۔ ھو راس الطبقة الرابعة - ھدایہ۔ یہ آپ کی گیارھویں غلطی ہے اس عبارت کے صحیح معنے یوں ہیں کہ قتادہ چوتھے طبقہ کا سر یعنے سردار ہے یعنی چوتھا طبقہ انہی سے شروع ہوتا ہے تمنے اخیر کہا تنے سمجھ لیا۔

گیارھویں غلطی

مغالطہ صلا طبقہ پانچواں طبقہ رابعہ سے چھوٹا ہے بعضے انہیں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک دو صحابہ سے روایت کی ہے اور بعض کو صحابہ سے سماع ثابت نہیں ہوا مانند اعمش کے ہدایہ یہ ترجمہ بالکل صحیح نہیں اصل عبارت تقریب کی یہ ہے۔ الخامسة الطبقة الصغرى منهم الذين رأوا الواحد والاثنين ولم يثبت لبعضهم السماع من الصحابة كالاعمش صحیح ترجمہ اسکا یوں ہے پانچواں طبقہ چھوٹا ہے اسنے یعنی تابعینوں سے وہ وے لوگ ہیں جنہوں نے ایک دو صحابی کو دیکھا اور بعض کو صحابہ سے سماع ثابت نہیں ہوا جیسے اعمش

سلہ ابن حجر کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تابعی ہونے میں رویت کافی ہے یعنے تابعی وہی ہوگا جسنے کم سے کم ایک صحابی کو دیکھا ہو گو سماع نہ ہو ۱۲

یہ تمہاری بارھوین غلطی ہے قولہ جناب جب طبقہ خامسہ والون کو ایک دو صحابی سے لقا ہے اقول کہاں ہین انصاف والے ہمارا انصاف کریں کہا ابن حجر کے الذین رأوا الواحد سے شیخ صاحب لقا سمجھیں اور جب یہی لفظ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی نسبت علامہ ذہبی نے تذکرہ میں لکھا[١] یعنی رأى انس بن مالک غیر مرۃ تو اُسکی بابت اسقدر تعصب اور عداوت کہ صاف صفحہ ۲۷ میں لکھدیا کہ امام صاحب کو کسی صحابی سے لقا نہیں اس سے بڑھکر اور تعصب کیا ہوگا حفظنا اللہ عنہ واضح ہو کہ حدیث ابن ابی عائشہ کی نسبت جو کچھ شیخ نے لکھا سب کا بحمد اللہ جواب تمام ہوا فیصلہ اس بات پر ہوا کہ اس حدیث کو بھی صحیح متصل قابل حجت نہیں کرسکے
فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

حدیث چوتھی کا بیان

صاحب سیف نے حدیث متفق علیہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب پیش کی ہم پہلے اس کے کہ اسکا جواب لکھیں اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ اس مقام پر بعض ناواقفوں نے یہ شبہ کیا ہے کہ مؤلف شمس الحق نے حدیث کو قرآن کے معارض کیا ہے۔ اور اس کہتے ہیں اوس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرو اور حدیث کو چھوڑ دو اور یہہ کہنا کفر ہے۔ حالانکہ بہت سے احکام ہین۔ جو خدا نے کچھ فرمایا ہے اور رسول علیہ السلام نے کچھ۔ تو اُسوقت حدیث پر عمل کیا جاتا ہے نہ قرآن پر۔ پھر اُس نے اپنے اس مضمون کی تائید میں چند مسائل بطور نظائر لکھے ہیں اور یہ ثابت کیا کہ عمل حدیث پر چاہیے

[١] امام صاحب نے انس بن مالک کو بہت دفعہ دیکھا ہے ۔١٢

نہ قرآن پر - اگرچہ اہل علم پر اس اعتراض کی رکاکت مخفی نہیں ہے - اور
علماء کو ایسے مہمل اور بے جا اعتراضات کے رد مین وقت خرچ کرنا تضیع اوقات
کے سوا کچھہ فائدہ نہیں ہے مگر عوام کی رعایت بھی مد نظر ہے اسلیئے مختصر طور
پر جواب نمبر اول کا مطلب سمجھایا جاتا ہے ❖

(۱) حدیث لاصلوٰۃ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر نمازی پر فاتحہ بخصوصہا فرض
ہے - بلکہ اس حدیث کا مطلب ہے - کہ منفرد کی نماز سوائے الحمد کے کامل
طور پر ادا نہیں ہوتی اس حدیث کا منفرد کیواسطے ہونا نہ مقتدی کیواسطے
تو جوابات نمبر ۱ سے اخیری نمبر تک مفصل ثابت کیا گیا ہے - اور اس کے
نفی کمال کیواسطے ہونا نمبر ۱ و ۲ و ۳ مین بیان کیا گیا ہے - نمبر اول کی
تفصیل یہ ہے کہ اگر اس حدیث کا یہ مطلب کیا جاوے کہ فاتحہ بخصوصہا ہر نمازی
پر فرض ہے - بجز اسکے نماز نہیں ہوتی - تو پھر یہ حدیث عموم آیت فاقرؤا ما تیسر
من القرآن کے معارض ٹھہرے گی - کیونکہ آیت میں یہ حکم ہے کہ قرآن شریف
میں سے جہان سے تمکو آسان ہو پڑھو - اور حدیث سے ہم نے یہہ سمجھہ رکھا ہو
ہے کہ ضرور فاتحہ پڑھو - بجز فاتحہ نماز نہیں ہوتی تو اب فاتحہ کی فرضیت کی
خصوصیت معارض نص قرآنی ہوگی اور چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ جناب رسول خدا
صلعم ہرگز ہرگز قرآن شریف کے برخلاف کوئی حکم نہ دیتے تھے - اور یہ حکم
یعنی فاتحہ کی خصوصیت مع الفرضیت جسطرح کہ ہمارے بھائی غیر مقلدین
سمجھتے ہیں معارض قرآن پڑتا ہے اسلیئے ہمیں ضروری ہوا کہ اس حدیث
کا مطلب ایسا لیا جاوے جس سے یہ حدیث قرآن کے معارض نہ رہے - پس ہم نے
اسکی نفی کو بقرینہ آیت مذکورہ نفی کمال پر عمل کیا - اور آیت و حدیث
میں اسطرح مطابقت دی کہ مطلق قرائت فرض ہے جسکے سوا بالکل نماز

نہیں ہوتی اور فاتحہ کا پڑھنا منفرد پر واجب ہے فرض نہیں اس مطابقت سے حکم خدا کا بھی متغیر نہ ہوا اور حدیث پر بھی عمل ہو گیا۔ اور تعارض بھی اُٹھ گیا۔ برخلاف غیر مقلدین صاحبان کے کہ وہ اس آیت اور حدیث میں اس طرح مطابقت دیتے ہیں کہ حکم قرآن کا بالکل متغیر ہو جاتا ہے پس بڑا افسوس ہے کہ حدیث پر عمل کرنے کے وقت قرآن شریف کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ صاف طور پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور قرآن کا وہ مطلب لیا جاتا ہے جو بالکل سیاق و سباق کے مخالف ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ ماتیسر سے فاتحہ ہی مراد ہے۔ کوئی کہتا ہے زائد علی الفاتحہ مراد ہے حالانکہ یہ دونوں معنے صحیح نہیں علاوہ اس کے خود معترض نے فاقرؤا ماتیسر کے معنے زائد علی الفاتحہ لیئے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ فاتحہ پڑھکے کچھ اور بھی ساتھ ملاؤ۔ اور پھر خود ہی معترض لکھتا ہے کہ اس آیت سے مقتدی خارج نہیں بلکہ یہ حکم مقتدی کو بھی شامل ہے جس سے صاف لازم آتا ہے کہ مقتدی پر بھی ضم سورۃ ہر نماز میں فرض ہے اب تعجب یہ ہے کہ حق تعالیٰ تو مقتدی کو بھی فرمائے کہ سورۃ ضم کرو۔ اور رسول علیہ السلام فرماویں نہیں سوا فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھو۔ کیا یہ قرآن کا معارضہ نہیں۔ ہم ناظرین سے انصاف چاہتے ہیں۔ کہ کیا ہم حدیث کو قرآن کے معارض ٹھہراتے ہیں۔ یا کہ یہ لوگ افسوس ایسی سمجھ پر کہ وہ معنے لیئے۔ جو آیت اور اپنے مستدلہ حدیث میں تعارض بنا دیا۔ اب دو حال سے خالی نہ ہو گا۔ یا تو کہیں گے کہ آیت میں مقتدی شامل نہیں۔ یا ماتیسر سے ضم سورۃ مراد نہیں۔ بر تقدیر اوّل لازم آئیگا کہ مقتدی پر قرأت نہیں وھو المطلوب۔ بر تقدیر ثانی دو حال سے خالی نہ ہو گا۔ یا تو ماتیسر سے مراد فاتحہ ہی ہو گی یا کوئی جگہ

قرآن سے لاعلی التعیین۔ شق اول باطل ہے۔ کما سیجئے۔ شق ثانی
یعنی کوئی جگہ قرآن سے لاعلی التعیین مراد ہی صحیح ہوگی۔ فثبت ماقلنا
طرہ یہ کہ قرآن شریف کو تغیر و تبدل کر کے مطابق حدیث کرنا چاہتے
ہیں۔ حدیث کے معنے مطابق قرآن نہیں لیتے۔ ہاں ہم مانتے ہیں اگر
قرآن شریف میں اجمال ہو۔ تو آنحضرت اوسکی تفصیل بیان کردیں مگر آئیت
مانحن فیہ میں اجمال کہاں۔ ابن حجر وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ آئیت میں
کوئی اجمال نہیں ہے تو پھر تفصیل کس شے کی ہوئی۔ پس جو نظائر کے تعرض
نے بیان کیے ہیں کوئی بھی آئیت فاقرؤا کے نظیر نہیں ہے۔ کما لا یخفی علی
من لہ ادنی تامل +

(**جواب نمبر ۲**) اگر حدیث لاصلوٰۃ سے یہ مراد لی جاوے کہ بجز فاتحہ نماز نہین
ہوتی۔ تو حدیث مسئی فی الصلوٰۃ متفق علیہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے ثم اقرء بما تیسر معک من القرآن۔ کیوں فرمایا۔ یعنی پڑھ جو
تمکو آسان ہو قرآن سے۔ فاتحہ کی خصوصیت کیوں نہ فرمائی دیکھو یہ حدیث کیسی
قرآن شریف کے مضمون کے مطابق ہے جسطرح خدا تعالے نے فاقرؤا
ماتیسر فرمایا۔ اُسی طرح آپ نے اقرء بما تیسر فرمایا۔ اب اس حدیث اور حدیث
لاصلوٰۃ الخ مین بھی مطابقت اوسی طرح ہوگی جسطرح کہ فاقرؤا میں گزری
یہ حدیث بھی اس بات پر قرینہ ہے کہ لاصلوٰۃ مین نفی سے نفی کمال مراد ہے
نفی ذات مراد نہیں پس ثابت ہوا کہ منفرد و امام پر مطلق قرائت پڑھنا
بحکم حدیث اقرء بما تیسر فرض ہے اور فاتحہ بحکم حدیث۔ لاصلوٰۃ واجب
فاندفع التعارض +

اور وہ جو حدیث رفاعہ بن رافع مین آیا ہے۔ ثم اقرء بام القرآن

وبماشاء اللہ ان تقریر سواسکا جواب یہ ہے کہ اگر حدیث رفاعہ وابی
ہریرہ مین ایک شخص کا واقعہ نہیں جیسے کہ معترض نے صفحہ ۸۵ مین لکھا ہے
کہ حدیث ابی ہریرہ والا شخص اور تھا جو فاتحہ پڑھتا تھا۔ اور سورت
ترک کرتا تھا۔ اسلیئے اُسکو سورت سکھائی اور حدیث رفاعہ والا شخص
اور تھا جو فاتحہ وسورت دونو ترک کرتا تھا۔ اسلئے اُسکو فاتحہ بمعہ سورت
سکھائی گئی تو بس قصہ ہی طے ہے۔ ہمارا مطلب صحیح رہا۔ کہ حدیث ابی
ہریرہ متفق علیہ میں آنحضرت نے فاتحہ کی خصوصیت نہیں فرمائی اگر
فاتحہ فرض ہوتا تو ضرور اِس شخص کو پڑھنا فرماتے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ
شخص فاتحہ پڑھتا تھا اسلیئے پیغمبر علیہ السلام نے اُسکو فاتحہ کا پڑھنا نہیں
فرمایا سو یہہ معترض کی من گھڑت بات ہے جو تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا
الصلوٰۃ والتحیہ کے برخلاف ہے کسی نے یہ نہیں لکھا کہ وہ فاتحہ پڑھتا تھا اور
سورت نہین پڑھتا تھا۔ اور حدیث رفاعہ والا دونو فاتحہ وسورت نہین
پڑھتا تھا۔ بلکہ احادیث مین تصریح آئی ہے کہ وہ شخص خلاد بن رافعہ تھا۔
خیر ہمیں اس سے کچھ مطلب نہیں معترض کی اس تقریر سے اتنا تو ثابت
ہوگیا۔ کہ ما تیسّر سے مراد بعد فاتحہ کے سورت ہے۔ تو اُس سے باطل ہو
گیا قول اُس شخص کا جو کہتا ہے کہ ما تیسّر معک من القرآن وناقرؤا
ما تیسّر مین فاتحہ ہی مراد ہے جب اُس سے سورت ہی مراد ٹھہری تو ہم
کہتے ہین اگر یہ حکم ہر نمازی کیواسطے ہے۔ تو لازم آئیگا امام ومنفرد و
مقتدی ہر کہ ایں ہر ایک نماز کی ہر ایک رکعت میں فاتحہ مع سورت پڑھیں
اور یہ پڑھنا اونپر حسب ارشاد نبوی فرض ہو۔ حالانکہ یہ بات بھی تمام اُمت
محمدیہ کی برخلاف ہے۔ امام ومنفرد پر پچھلی دو رکعتوں مین سورت کا پڑھنا

کسی کے نزدیک فرض واجب نہیں۔ اور مقتدی کے واسطے نماز جہریہ میں کسی کے نزدیک کسی رکعت میں سورت پڑھنا فرض کیا واجب سنت مستحب بھی نہیں بلکہ منع ہے۔ اور نماز ظہر وعصر میں بھی ضم سورت مقتدی پر فرض نہیں۔ یہ عجب ہے کہ یہاں تو رسول علیہ السلام سب نمازیوں کو کہیں کہ سورۃ ضم کیا کرو۔ اور خود پچھلی دو رکعتوں میں سورت ضم نہ کریں۔ اور مقتدیوں کو نماز جہریہ میں سورت ضم سے منع فرماویں۔ کیا یہ احادیث میں تعارض پیدا نہ ہوگا۔ اگر کہو کہ یہ حکم وجوبی نہیں تو بھی مقتدی نماز جہریہ میں۔ اس حکم کا مخالف رہتا ہے۔ اور معترض یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ ما تیسر سے فاتحہ ہی مراد ہے۔ کیونکہ یہ اسکی اپنے قول کے مخالف ہے۔ تو لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ مقتدی اس حکم میں داخل نہیں۔ اور یہ حدیث منفرد کے واسطے ہے تو پھر ہمارا مطلب ثابت ہی ثابت ہے کہ مقتدی کو حکم قرائت نہیں اور منفرد پر ما تیسر فرض ہے۔ پس خصوصیت فرضیت فاتحہ کی نہ رہی۔ **وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ**۔

اور اگر حدیث رفاعہ و ابی ہریرہ میں ایک ہی شخص کا واقعہ ہے تو بھی ہمیں کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ صحیحین کی حدیث معترض اور اس کے ہم مشربوں کے نزدیک دوسری احادیث پر مقدم ہوتے ہیں پس یہی مقدم ہوگی۔ اگر اسوقت ضرورت کے واسطے ہمارے بھائی غیر مقلدین صاحباں ابوداود وغیرہ کی حدیث کو صحیحین کی حدیث پر ترجیح دیں تو لامحالہ ترجیح مرجوح لازم آئے گی۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث رفاعہ جسمیں ام القرآن کی تصریح ہے وہ حدیث صحیحین کے مفسر ہے۔ یا لفظ ام القرآن زیادتی ثقہ کی ہے۔ تو ہم کہیں گے مفسر تو اسلیے نہیں کہ کلمہ

مانیں کوئی ابہام نہیں اور زیادتی ثقہ میں اگرچہ اور مذہب بھی ہے لیکن ابن حجر کے نزدیک اس وقت مقبول ہوتی ہے جبکہ وہ منافی لمن ہواوثق منہ۔ نہ ہو اور تعارض کے وقت راجح کو مقبول اور مرجوح کو متروک سمجھا جاتا ہے۔ پس فیما نحن فیہ میں صحیحین کی حدیث اور اسکے راوی کو مرجوح کون کہے۔ تولامحالہ وہی روائیت جو کہ صحیحین میں ہے راجح ماننی پڑیگی۔ علاوہ اسکے اس حدیث میں ماشاء اللہ ان تقرء بھی ہے۔ پس اگر ام القرآن کا پڑہنا اس حدیث سے ہر ایک نمازی کے لیئے فرض نکلتا ہے تو ساتھ ہی ماشاء اللہ ان تقرء یعنے ضم سورۃ بھی ہر ایک رکعت میں ہر ایک نمازی کو فرض ہو گا۔ پھر تمام اُمت کا خلاف لازم آئے گا÷

(جواب نمبر۳) فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اور دلیل قطعی وہ ہے جسمیں کوئی شبہ نہ ہو۔ اور خبر واحد مفید ظن ہوتی ہے مفید یقین نہیں ہوتی کما حققہ النووی فی شرح صحیح مسلم اس لیئے حدیث لا صلوۃ چونکہ خبر واحد ہے اسلیئے مثبت فرضیت نہیں ہو سکتی÷

جواب نمبر۴) حدیث لا صلوۃ منفرد کے واسطے ہے۔ مسلم اور نسائی کی روائیت اس کی تائید کرتی ہے۔ جو بطریق معمر عن الزہری یوں آئی ہے۔ لا صلوۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعدا اور ابو داؤد وابو یعلی وابن حبان نے بسند صحیح ابی سعید سے روائیت کی ہے۔ قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتب وما تیسر۔ اور تائید کرتی ہے ان دونو حدیثوں کے وہ حدیث جو کہ ابو ہریرہ سے مروی ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی لا صلوۃ الا

بقراءة فاتحة الكتب وما زاد اخرجه احمد وابوداؤد وصاحب
جزء القراءۃ - پس یہ تینوں لفظ فصاعدا ما تیسر او ما زاد دلالت کرتے ہیں
اسپر کہ فاتحہ سے زیادہ کچھ سورت کا پڑھنا بھی نماز میں ہر ایک کو واجب ہے
حالانکہ جمہور کے نزدیک یہ حکم امام و منفرد کے واسطے ہی مقتدی کے
واسطے نہیں پس اسی طرح پڑھنا فاتحہ کا بھی انہی کیواسطے ہوگا۔ نہ مقتدی
کے واسطے۔ (۵) مجیب ایک تحریر میں مان چکا ہے کہ دلیل عام سے
مدعا خاص ثابت نہیں ہوتا واضح ہو کہ مولوی عبدالقادر
ہزاروی جسکے رسالہ کے جواب میں ہمنے سنان المقلدین لکھا تھا۔ بفضلہ
تعالیٰ مقلد حنفی ہو گیا ہے اور اُس نے عربی میں ایک رسالہ غیر مقلدین کی
تردید میں بہت عمدہ لکھا ہے۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک **جواب نمبر ۶**۔
یہ تو ہر اہل علم پر مخفی نہیں کہ ہر لفظ دال علی الوصف سے موصوف حقیقی ہی
مراد ہوتا ہے ہاں اگر کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقت ہو تو معنے مجازی مراد
لے سکتے ہیں تو اُسی قاعدہ کے مطابق حدیث لاصلوٰۃ میں صلوٰۃ حقیقی
و مصلی حقیقی مراد ہوگا اور مصلی حقیقی امام و منفرد ہیں مقتدی کی نماز حقیقی
نہیں بلکہ بالتبع ہے یعنی امام مقتدی سب صلوٰۃ واحد کے ساتھ متصف
ہیں مگر امام بالذات اور مقتدی بالعرض۔ پس چونکہ امام و منفرد وصف صلوٰۃ
میں موصوف بالذات ہیں تو اصل قرائت کی ضرورت امام و منفرد کو ہوگی تو
اس تقریر سے کما حقہ ثابت ہو گیا کہ مقتدی اس حدیث میں داخل نہیں۔
کیونکہ اسکی نماز حقیقی نہیں اس مضمون کو مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم نے
اپنے رسالہ قرائت فاتحہ میں بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔ یہ کہنا کہ حقیقی حکمی
کا مسئلہ گھڑ کے بنایا ہوا ہے۔ بالکل غلط ہے (اولاً) اسلئے کہ احادیث میں

آیا ہے کہ امام اقرؤ و اعلم بالسنۃ ہونا چاہیئے تو معلوم ہوا کہ امام کی طرف سے افاضہ اور مقتدیوں کی طرف سے استفاضہ ہے اور کمال و نقصان میں مقتدی کی نماز امام کی نماز کی تابع ہے۔ پس اگر مقتدی کی نماز اور امام کی نماز آپس میں غیر غیر ہوتی تو فقط آگے پیچھے ہونا اس امر کو مقتضی نہیں کہ آگے ہونے والا اعلم و اورع ہونا چاہیئے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دو منفرد اگر نماز پڑھیں تو اسمیں یہ ضروری نہیں کہ جو اقرؤ و اعلم ہو وہ آگے پڑہے اور دوسرا پیچھے تو معلوم ہوا کہ امام کا اعلم و اورع ہونا اسی واسطے مطلوب ہے کہ نماز مقتدی کی امام کی نماز کے تابع ہے۔ پس ثابت ہوا کہ امام مصلی بالذات ہے اور مقتدی بالتبع اور نماز دونوں کی متحد۔ اب اسکو بناوٹی مسئلہ کہنا جہالت ہے (ثانیا)

احادیث متعددہ سے یہ امر ثابت ہے کہ مصلی کے روبرو سترہ قائم ہونا چاہیئے پس اگر مقتدی بھی مصلی اصلی ہوتا۔ تو وہ بھی اقامت سترہ کا مخاطب ہوتا اگر اسکی نماز مستقل نماز ہوتی۔ تو پھر امام کا سترہ اس کے واسطے کیوں کافی ہوتا جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے لا تزر وازرۃ وزر اخری نہ اٹھائیگا کوئی اٹھانیوالا بوجھ دوسریکا۔ پس امام کسطرح مقتدی کا الحمد اٹھا سکتا ہے ان کو علاوہ اس امر کے کہ آیت کا مطلب ہی اور ہے۔ یہ بات ضرور سمجھنا چاہیئے کہ امام نے مقتدی کا سترہ کسطرح اٹھالیا۔ کیوں ہر ایک مقتدی کیواسطے الگ الگ سترہ کا حکم نہیں ہوا۔ یہاں آپ اس آیت کا کیا جواب دینگے جو جواب آپ دینگے وہی ہماریطرف سے سمجھو۔ پھر یہ بات تو ہر ایک مانتا ہے کہ منفرد کو نماز جہری ہو یا سری فاتحہ و ضم سورت ضروری ہے پس جو لوگ مقتدی کے واسطے نماز جہریہ میں فاتحہ پڑھنا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ سورت ضم کرنا کیوں جائز نہیں سمجھتے۔ یہاں امام کا ضم سورت کسطرح

کافی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ لا تزر وازرۃ وزر اخری حق تعالیٰ کا فرمان
موجود ہے پس جسطرح سورت کا بوجھ مقتدیوں۔ کے سر سے امام نے اٹھالیا
اور آیت لا تزر کی مخالفت بھی نہ ہوئی اسی طرح فاتحہ کا بوجھ بھی امام
اٹھالیتا ہے اور آیت سے بھی مخالفت نہیں ہوتی۔ فاستفہم (ثالثاً)
امام کے سہو سے تمام مقتدیوں کو سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ اگرچہ مقتدی
نہ بھولے۔ لیکن امام کا بھولنا مقتدی کا بھولنا سمجھا جاتا ہے + اور سہو
مقتدی سے اور کو تو درکنار خود اسپر بھی سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ پس جسطرح
امام کا بھولنا مقتدی کا بھولنا ہوتا ہے۔ اسیطرح امام کی قرائت مقتدی کی
قرائت ہوتی ہے اور جسطرح امام اگر نہ بھولے تو مقتدی کتنا ہی بھولے اس
کا بھولنا خلل نہیں کرتا۔ اسیطرح اگر امام قرائت نہ پڑھے۔ اور مقتدی کتنا
ہی پڑھے۔ اوسکا پڑھنا کچھ مفید نہیں ہے + تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام
و ماموم کی نماز متحد ہے۔ اگر مغائر ہوتی تو امام کے نقصان سے ماموم کے ذمہ
جبر کیوں ہوتا۔ اور درصورت سہو مقتدی حکم جبر یعنی سجدۂ سہو سے مقتدی
کیوں سبکدوش کیا جاتا۔ اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ مصلی حقیقۃ امام ہے
اور مقتدی بالعرض (رابعاً) رکوع۔ سجود۔ قیام۔ قعود وغیرہ میں مقتدیوں
کو امام کے اتباع کا حکم ہے۔ اور امام سے تقدیم منع ہے۔ بلکہ جو رکوع
سجود امام سے پہلے کرلے۔ وہ نماز میں شمار نہیں ہوتا۔ تو اس سے بھی
یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام کی نماز حقیقی اور مقتدی کی بالتبع ہے۔ اگر
مقتدی کی نماز الگ نماز ہوتی۔ تو ارکان نماز کی تقدیم کی ممانعت کی
کوئی وجہہ نہ تھی۔ (خامساً) امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی
کی نماز کا فاسد ہونا بھی اس امر پر دال ہے۔ کہ امام مصلی حقیقۃ ہے

ورنہ چاہیئے تھا۔ کہ امام محدث ہو یا جنبی کپڑے پاک ہوں یا پلید قبلہ رو ہو یا نہ ہو۔ مفسدات صلوٰۃ کا عمداً مرتکب ہو یا سہواً سب صورتوں میں امام کی نماز کو خلل آتا۔ مقتدی کی نماز درست ہو جایا کرتی (سادساً) مقتدیوں کا قراءۃ سورت سے سبکدوش ہونا بھی اسی تبعیت پر دال ہے علاوہ ان کے اور بہت سے امور ہیں جن سے اہل فہم کے نزدیک نماز امام کا حقیقی اور مقتدی کا تبعاً ہونا مفہوم ہوتا ہے چنانچہ رکوع کا اجماعاً بیننا وبین الشافعی حکم قرائت سے سبکدوش ہونا اسی طرف مشیر ہے اس مقام پر بعض ناواقفوں کا یہ شبہ کہ جب امام کی قرائت مقتدی کی قرائت ہے اور مقتدی تبعاً مصلی ہے۔ تو پھر تسبیحات تکبیرات۔ التحیات درود و دعائیں وغیرہ کا مقتدی کو کیوں حکم دیا جاتا ہے چاہیئے کہ یہ بھی امام کے ذمہ رہے اسکا جواب (اولاً) تو یہ ہے کہ تکبیرات تسبیحات تشہد درود وغیرہ امور کے واسطے احادیث میں تصریح آئی ہے کہ مقتدی بھی کریں اور قرائت خلف الامام کے واسطے کسی حدیث صحیح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تصریح نہیں فرمائی بلکہ جن احادیث میں تکبیرات وغیرہ کہنے کا مقتدیوں کو امر ہے اسمیں قرائت امام کے وقت مقتدیوں کو چپ رہنے کا ارشاد ہے۔ پس اگر ہم مقتدی کو تسبیحات وتکبیرات وغیرہ سے سبکدوش کردیں۔ یا مثل تسبیحات تکبیرات وغیرہ قرائت خلف الامام کا حکم کریں تو احادیث صحیح کی مخالفت لازم آتی ہے پس ہمکو تو اسلیئے معذور سمجھو کہ ہم ہرگز اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی مخالفت نہیں کرینگے۔ البتہ اگر آپ اتنی جرأت رکھتے ہو تو بسم اللہ (ثانیاً) مقصود اصلی صلوٰۃ سے سوال ہدایت واستماع

احکام حق تعالے یعنے تلاوت قرآن ہے۔ اور تکبیرات تسبیحات تشہد رکوع سجود طہارت وغیرہ ان میں سے بعض امور تو ایسے ہیں کہ مقتدی کی ذمہ بوجہ حضور دربار خداوندی عقہر رکیگی یعنی طہارت استقبال قبلہ وغیرہ اور بعض امور بمنزلہ سلام حضوری دربار اور آداب نیاز و اظہار شکر بوقت انعام ہیں۔ سبحانک یا رکوع و سجود وغیرہ۔ پس وصف صلوٰۃ میں ہر چند امام موصوف اصلی ہے اسلیئے احکام و ضروریات صلوٰۃ کے اُسی کو ضرورت ہوگی مگر احکام حضور وغیرہ میں امام و مقتدی سب برابر ہونگے اسلیئے تکبیرات تسبیحات رکوع سجود میں دونو مخاطب سمجھے گئے اسکی مثال عام فہم ایسی ہے جیسے بوقت حضوری دربار درستی لباس وصورت اور بجا آوری آداب سلام و شکر گذاری بعد انعام تو سب سائلین و حاضرین کے ذمہ برابر واجب ہوتی ہے۔ لیکن عرض مطلب کے واسطے کسی ایک ہی کو آگے بڑھا دیا کرتے ہیں سب رل ملکر شور نہیں کرتے ایسے ہی طہارت بدن لباس تسبیحات تکبیرات رکوع سجود وغیرہ میں امام مقتدی سب یکساں ہیں اور قرائیت قرآن جو کہ حقیقت میں عرض مطلب و استماع جواب ہے۔ فقط امام ہی کے ذمہ ہے۔ ھکذا افادہ مولانا محمود حسن دیوبندی فی الایضاح) ؛

جواب نمبر ۲) اگر بالفرض مقتدی کو اس حدیث میں داخل سمجھا جاوے تو اس حدیث کا مفاد یہ ہوگا کہ جو شخص امام ہو یا منفرد یا ماموم فاتحہ نہ پڑھے اُسکی نماز کامل طور پر ادا نہ ہوگی۔ لیکن اس حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ ہر ایک نمازی کیواسطے خود بنفس نفیس فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ یا کہ کسی دوسرے کا پڑھا ہوا بھی اُسکی طرف سے شمار ہو سکتا ہے۔ پس حدیث من کان لہ الا

میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ امام کا پڑھنا گویا مقتدی
کا پڑھنا ہے یعنی امام کا قرائیت پڑھنا مقتدی کی طرف سے بھی کافی وافی
ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قرائیت دو قسم ہے حقیقی حکمی حقیقی واسطے امام ومنفرد
کے اور حکمی واسطے مقتدی کے۔ بدلیل حدیث من کان لہٗ امام الحدیث)
پس مقتدی کی نماز بے الحمد پڑھنا بعد ملاحظہ حدیث من کان الخ جہالت ہے

جواب نمبر ۸) ادلہ منع قرائیت خلف الامام مقتدی کو اس حدیث
کے حکم سے نکالتی ہیں اور یہ تخصیص بالاتفاق جائز ہے کیونکہ ظنی کی
تخصیص ظنی کے ساتھ ہے ؛

(۹) خود حضرت سفیان سے جو اس حدیث کے راوی ہیں ابوداؤد میں
لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ لمن یصلی وحدہٗ یعنی یہ حدیث اکیلے کے حق
میں ہے۔ نیز ترمذی نے امام احمد کا قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے
بھی نقل کیا ہے ان ہذا اذا کان وحدہٗ۔ (۱۰) کسی صحابی یا تابعی سے
بسند صحیح ثابت نہیں کہ انہوں نے حدیث لاصلوٰۃ کو مقتدی کے واسطے ہی
سمجھا ہو بلکہ اسکا خلاف ثابت ہے (۱۱) مولوی حسن شاہ صاحب مرحوم
کے ہاتھ کا لکھا ہوا میرے پاس موجود ہے کہ عام اپنے افراد میں مفید ظن ہوا
کرتا ہے پس آپ مقتدی کو اس حدیث میں یقینی طور پر داخل نہیں
کر سکتے۔ ہمارے جواب نمبر اول کے جواب میں شیخ نے صیانت میں
یوں لکھا ہے جیسے آیت قوموا للہ قانتین اور آیت فارکعوا مع
الراکعین سے مراد نماز ہے اسیطرح آیت فاقرؤا ماتیسر سے مراد فاتحہ ہے

لاحول) ماتیسر میں کوئی اجمال نہیں بلکہ فاتحہ کی تقیید اس آیت
کی تیسیر کی منافی ہے قرآن میں تو یہ حکم ہے کہ جہاں سے آسان اور تمکو آتا ہو

پڑھو اور فاتحہ کو خاص کرنا اس آسانی کا خلاف ہے اور نہ اسپر کوئی دلیل ہے
کہ سب سے آسان فاتحہ ہے بلکہ ہم کہ سکتے ہیں کہ سورۂ اخلاص سب سے آسان
اور فاتحہ سے چھوٹی بھی ہے پس یہ آسانی فاتحہ مین منحصر نہ ہوئی آئیت
قوموا للہ اور وارکعوا مین جزء بول کر کل مراد ہے اور آئیت فاقرؤا
مین عام سے مراد خاص لینا پھر اس آئیت کو پہلے پر قیاس کرنا تمہارے جیسے
مجتہدون کا کام ہے انتہیٰ است صـ۵۲ اگر اسمیں اجمال نہیں تھا تو مسئی
کی حدیث مین آپنے کیون ارشاد فرمایا ثم اقرء بام القرآن جب آپنے
تفسیر با این الفاظ کردی - ثم اقرء بام القرآن معلوم ہوا کہ اسمیں اجمال
تھا کیونکہ یہ بات تو معروف مصرع تصنیف را مصنف نیکو کند بیان الخ
ہیں کہتا ہوں - کہ ذکر تو آئیت فاقرؤا ما تیسر کا اور جواب حدیث مسئی متفق
علیہ کا شائد آپنے سمجھ لیا ہوگا - کہ جہاں ما تیسر ^(ف) آیا سب کی تفسیر اسی حدیث
سے کردی وھذا کما تراہ واضح ہو کتب اصول ہیں لکھا ہے کہ بیان تفسیر
مجمل مشترک خفی کے واسطے لایا جاتا ہے اور ان مین سے کسی کی تعریف
ما پر صادق نہیں آتی پھر شیخ کا اسکو مجمل کہنا جہالت نہیں تو کیا ہے علامہ
عینی عمدۃ القاری شرح بخاری جلد سویم صـ۶۵ مین فرماتے ہیں - قلت کل
من قال بھذا رای بان کلمۃ ما مجملۃ والحدیث مبین یدل علے عدم
معرفتہ اصول الفقہ لان کلمۃ ما من الفاظ) العموم یجب العمل
بعمومھا من غیر توقف ولو کانت مجملۃ لما جاز العمل بھا قبل البیان
کسائر مجملات القرآن والحدیث انتہے یعنے جو شخص ما کو مجمل کہتا
ہے اسکو اصول فقہ کے معرفت نہیں کیونکہ کلمہ ما الفاظ عموم عین مین سے

ف بھلا بتلائیے تو سہی کہ حدیث ابی سعید میں جو ما تیسر ہے اس سے بھی مراد فاتحہ ہی ہے ۱۲

ہے بغیر توقف اُس کے عموم پر عمل واجب ہے اگر یہ مجمل ہوتا۔ تو بیان
سے پہلے اسکے ساتھ عمل جائز نہ ہوتا جیسے قرآن وحدیث کی باقی مجملات
ہیں فاضل لکھنوی غیث الغمام صفحہ ۶۱۹ میں فرماتے ہیں ذکر[ف۱] بعضهم ان
ما تیسر فی القرآن اما مجمل مبین بحدیث الفاتحة او مطلق مقید
او مبهم مفسر به وفيه ايضا ضعف ظاهر لانه ليس بمجمل ولا مطلق
بل عام فلابد ان يعمل بعمومه انتهى بقدر الحاجت حافظ ابن حجر[ف۲]
فتح الباری میں مجمل کہنے والوں کے جواب میں فرماتے ہیں وهو متعقب
ايضا لان المجمل ما لم تتضح دلالته وقوله ما تيسر متضح لانه ظاهر
فی التخيير یعنے اسپر تعقب کیا گیا ہے اسلیئے کہ مجمل وہ ہوتا ہے جس کے
دلالت واضح نہ ہو اور ماتیسر واضح ہے اسلیئے کہ وہ تخییر مین ظاہر ہے۔
یعنے ماتیسر اس امر مین ظاہر ہے کہ پڑھنے والے کا اختیار ہے جہان
سے اسکو آسان ہو پڑھے پس تعریف مجمل کی اسپر صادق نہ آئی اور یہ
بھی لکھتے ہین قوله ما تيسر لا اجمال فيه حتى يبين بالفاتحة یعنے
ماتیسر مین کوئی اجمال نہین تاکہ بیان کیا جاوے ساتھ فاتحہ کے الی
آخرہ کما ذکرنا فی الاصول نیز اگر عام مین اجمال ہوا کرتا ہے تو حدیث

ف۱ بعض نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید مین جو ماتیسر ہے یا تو مجمل ہے مبین ہے ساتھ حدیث فاتحہ کی
یا مطلق ہے مقید ساتھ اسکے یا مبہم ہے مفسر ساتھ اسکے اور اسمین ضعف ظاہر ہے کیونکہ نہ تو مجمل ہے
نہ مطلق بلکہ عام ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس کے عموم پر عمل کیا جاوے۔ ف۲ واضح ہو کہ ابن حجر کا
یہ قول محض ہم نے اسواسطے کیا ہے کہ شیخ نجدی کا ماتیسر کو مجمل کہنا غلط ہے جو ابن حجر کے
قول سے صاف غلط ہونا ثابت ہوگیا باقی رہا دوسرا قول ابن حجر کا جو اُس نے
اخیر مین نقل کیا ہے۔ سو جب کوئی اسکو ہمارے مقابلہ مین پیش کرے گا۔ تو
ہم اُس کا ضعف ظاہر کریں گے۔ لیکن خوش کرنے والے ہماری اِس تقریر سے
جو ہم نے متن مین لکھی ہے اس کا ضعف سمجھ سکتے ہیں ۱۲ منہ

لاصلوٰۃ بھی مجمل ہوگی اور مجمل میں بہت احتمال ہوتے ہیں اور احتمال جیسے
کہ آپ صہ۵ میں لکھ چکے ہیں) فائدہ یقین کا نہیں دیتا۔ اور ہمارے جواب
نمبر (۲۳) کے جواب میں صیانت میں یوں لکھا ہے۔ حدیث مسئی اسطرح ہی
ہے۔ عن رفاعۃ بن رافع بھذہ القصۃ قال اذا قمت فتوجھت
قبلۃ فکبر ثم اقرء بام القران وبما شاء اللہ ان تقرء لاحول میں اسکا
جواب یوں دیا گیا۔ یہاں حدیث صحیحین کو جسمیں ثم اقرء بما تیسر معک من
القرآن ہے کیوں چھوڑا جاتا ہے اور نیز اسمیں بما شاء اللہ ان تقرء ہے جس سے
پھر وہی اعتراض قائم ہو گیا یعنے اگر فاتحہ پڑہنا فرض نکلتا ہے تو ساتھ ہی ما شاء
اللہ کا بھی فرض ہو جاتا ہے اسکا جواب شیخ صہ۵۴ میں یوں لکھتا ہے اسمیں حدیث
صحیحین کو چھوڑنا کہاں ہوا میں کہتا ہوں جب اقرء بام القرآن سے تم نے
فرضیت فاتحہ کی سمجھی تو حدیث صحیحین جسکا مدلول عموم تھا چھوڑی گئی یا نہ۔
قولہ صہ۵۴ جس حدیث میں فصاعدا آیا یا نہ آوے وہ حدیث تو صرف مسلم
کی ہے آپنے صحیحین کیوں بک دیا **اقول** اپنے لاحول کی عبارت سمجھنے
میں غلطی کی ہے لاحول حدیث صحیحین سے حدیث مسئی متفق علیہ جسمیں لفظ ثم
اقرء بما تیسر معک من القرآن ہے مراد تھی نہ حدیث فصاعدا سمجھ تو آپ کو
نہ آئی اور بک دیا ٹھیک ہے۔ وکم من عائب قولا صحیحا۔ وآفتہ من
الفھم السقیم قولہ صہ۵۴ کیونکہ حدیث مسئی کی منفرد کیواسطے ہے اس میں
تصحیح لمن یصلی وحدہٗ کے موجود ہے نہ مقتدی کی ہیں کہتا ہوں غالبا آپنے
اس عبارت میں غلطی کی ہے کہ حدیث فصاعدا کی جگہ حدیث مسئی لکھدیا کیونکہ
تصریح لمن یصلی وحدہٗ کی حدیث فصاعدا میں ہے حدیث مسئی میں نہیں بلکہ
آپنے لمن یصلی وحدہٗ سے قول سفیان مراد نہیں رکھا سو اگر آپنے حدیث

فصاعدا کو اکید کے واسطے سمجھا ہے تو ہم بھی اس قول مین آپ کے ساتھ
متفق ہیں مگر یاد رکھنا کہ صرف فصاعدا والی منفرد کے واسطے نہ ہوگی بلکہ
جسمیں یہ زیادوت نہیں وہ بھی منفرد کیواسطے ہوگی کیونکہ یہ دونوں حدیثین ایک
ہی ہیں جیسے آپنے حدیث ماتیسر معک من القران اور ثم اقرء بام القرآن
دونو کو ایک اور دو تو کو ستی کی حدیث سمجھا ہے اور جیسے آپنے ماتیسر سے
مراد فاتحہ لیا ہے حالانکہ ما عام ہے ویسے لاصلوۃ مین صلوۃ امام و منفرد مراد
ہے بدلیل حدیث فصاعدا جب فصاعدا میں مقتدی داخل نہین حالانکہ
نکرہ منفیہ اسمیں بھی ہے ویسے حدیث لاصلوۃ مین جو بغیر الزیادت ہے
مقتدی داخل نہیں کیونکہ یہ دونو ایک ہی ہیں اگر حدیث مسئی کو آپ منفرد
کیواسطے کہتے ہیں ادا واقع میں حدیث مسئی منفرد کیواسطے کہا ہے۔ اب آپ کی
مستدل حدیث ابی داود جسمیں جملہ ثم اقرء بام القرآن ہے منفرد کیواسطے ہوئی
تو مقتدی کیواسطے دلیل سمجھنا غلط ہوا مغالطہ ۵۲ اگر یہ آنحضرت سے
ثابت ہوتی یا کسی حدیث صحیح سے بدوں فاتحہ کے کوئی دوسری سورۃ مراد
ہوتی تو آنحضرت اسکی تصریح فرماتے ھدایہ۔ یہی ہماری مراد ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث فاقرء ماتیسر معک من القرآن میں کسی خاص
سورۃ کی تصریح نہیں کی جسبھی ہم مطلق قرائت کہتے ہیں خاص فاتحہ یا خاص کوئی
اور سورت فرض نہیں اور جس حدیث کو شیخ مفسر کہا ہے اسمیں تو حکم
فاتحہ مع شئے زائد ہے پھر خصوصیت فاتحہ کی کہاں مغالطہ ۵۳ اسیطرح
آئیت فاقرؤا ماتیسر منہ مین شہرت اور استغنا تھا اس واسطے اسکا نام ذکر
نہیں گیا گیا ھدایہ یہ فاتحہ کی فرضیت کی شہرت یہی محل نزاع ہے اور
اسی کو دلیل لاتے ہو سبحان اللہ آپ کی استدلال کا کیا کہنا۔ مین لکھتا ہون

جب اُسکی فرضیت کی شہرت ثابت نہیں تو اسکی فضیلت کی شہرت یا اسکی
بہت نام ہونے کی شہرت نہ تو کچھ آپ کو مفید ہے نہ ہمیں مضر مغالطہ
ص۵۴ آپ سورۂ اخلاص یا سورۂ کوثر یا سورۂ عصر وغیرہ کو کیوں صرف
پڑھ نہیں لیتے ھدایہ قرآن مجید میں سے کوئی بھی سورت یا آیت
پڑہی جاوے فرض ادا ہو جائیگا پس اگر کوئی شخص اپنے امام یا منفرد
ہونے کی حالت میں کسی آیت پر اکتفا کریگا تو گو اسکی نماز ہو جائیگی
اسلئے کہ وہ مطلق قرائیت جو فرض تھی ادا کر چکا) لیکن مکروہ تحریمہ ضرور ہوگی
کیونکہ اس نے الحمد کو) جو امام اور منفرد ہونے کی حالت میں پڑہنا واجب
تھا ترک کیا پس ہم کیوں اپنی نماز مکروہ تحریمہ کریں ؛

جواب نمبر (۳) کے جواب مین صیانت ص۹ میں لکھا ہے قرآن شریف
مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم
اور حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے
کئی نمازوںکو پڑھا ہے - یہاں تمہارے اس قاعدہ کو کون لے گیا - کہ حدیث
احاد ظنی ہوتی ہے اور آیت قطعی کے ہوتے ظنی پر عمل جائز نہیں و
اسیطرح ایک مثال قصر کی اور ایک اوقات نماز کی لکھکر یہی اعتراض
جمایا ہے) جسکا جواب لاحول ص۸ مین یوں دیا گیا کہ صاحب مثال نے
کہاں لکھا ہے کہ آیت قطعی کے ہوتے ظنی پر عمل جائز نہیں اگر سچے ہو تو
صفحہ لکھو ورنہ مثالیں مطابق ممثل لہ نہیں اسکے جواب میں ص۵۵ میں لکھا ہے
کہ مثال صفحہ مین آپنے اسطرح کی لغو بیانی کی ہے فرض وہ ہے جو دلیل

ف۱ واضح ہو کہ شیخ نے بھی ہمارے امام یا منفرد ہونیکے حالت مین فاتحہ پڑہنا پڑھا ہے -
کہ تم کیوں پڑہتے ہو کیوں نہیں کوثر وغیرہ پڑھ لیتے تو ہم نے بھی اسی حالت کا جواب دیا -
ہے ۱۲ منہ عفی عنہ -

قطعی سے ثابت ہو اور حدیث لاصلوٰۃ منجملہ احاد مفید ظن ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ کہاں لکھا ہے کہ آیت قطعی کے ہوتے ظنی پر عمل جائز نہیں معلوم ہوا کہ آپ کو آپنے اس قاعدے سے گریز ہے انتہیٰ اہل انصاف غور کرین کہ ہمنے سنان مین یہ قاعدہ کہان لکھا ہے۔ جو قاعدہ کہ ہمنے سنان مین لکھا ہے۔ اسکی ہم اب تک قایل ہیں یعنی حدیث لاصلوٰۃ مثبت فرضیت نہیں کیونکہ یہ حدیث منجملہ احاد مفید ظن ہے بتلایئے ہم نے گریز کہاں کی یہ آپ کی سمجھ کی خوبی ہے قولہٗ اگر سچے ہو تو خلاف مشل لہ کیون نہیں ثابت کیا۔ اقول صبر کیجئے ابھی ثابت کیئے دیتا ہوں آپ جو چند مثالیں لائے ہو گویا ابھر لائے ہو کہ ہمارا یہ لکھنا کہ فرض وہ ہے۔ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور حدیث لاصلوٰۃ منجملہ احاد مفید ظن ہے ٹھیک نہیں سو دیکھیے واذا قمتم الخ کو اس کے ساتھ کیا علاقہ ہے۔ اس مثال سے ہمارا یہ قاعدہ کہ فرض وہ ہے۔ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو بالکل نہیں ٹوٹتا اور نہ یہ کوئی حدیث احاد ہے۔ جو مثبت فرضیت ہوئی ہو۔ پھر یہ مثال خلاف مشل لہ ہو یا نہ ہو اسیطرح آیت قصر ۵ آیت اوقات کو سمجھو ان مثالوں سے ہمارے قاعدے کو کچھ بھی خلل نہیں آتا۔ اب بھی اگر آپ ان مثالوں کو مطابق مشل نہ خیال کریں تو وجہ مطابقت بیان کریں جواب نمبر (۴) کا صیانۃ میں یوں لکھا ہے۔ عصا عداسے صرف جواز نکلتا ہے اسکا جواب لاحول حشہ میں یون دیا گیا ہے کہ جب تم

۵ صیانۃ صفحہ ۱ میں سفر کے حد کے بارہ مین شیخ نے لکھا تھا کہ حدیث میں حد معین ہے اور آپ کے پیغمبر نعمان بھی یقین حد کے معتقر ہیں اسپر لاحول میں پوچھا گیا کہ وہ حدیث جس مین سفر کی حد معین ہے بیان فرماوین اسکے جواب مین کھوجا است حد ۵ حاشیہ پر لکھا ہے کہ مسئلہ ابو حنیفہ سے پوچھو میں کہتا ہوں تمہیں امام سے کیا تم خود لکھ چکے ہو کہ حدیث میں حد معین ہے تو اب گریز کی وجہ کیا اور مذہب ابو حنیفہ محض قیاس پر کہا گیا عقل بھی ٹھکنے سے ۱۲ منہ

فصاعدا سے جواز نکالتے ہیں) تو بموجب تمہارے قول کے فاتحہ کا
بھی جواز نکلا کہیئے اب وہ فرضیت کہاں گئی؟ یعنے جب تم سورت
کو جائز کہتے ہو تو وہ ہی لا اسپر بھی ہے پھر الحمد میں بھی تمہیں جائز کہنا پڑیگا
اب تمہارا قول یعنے فاتحہ کی فرضیت تمہارے ہی قول سے باطل ہو گیا۔
یعنی اگر جواز کہو تو جواز دونو کا لازم آئیگا۔ اگر فرض کہو تو فرض ہونا دونو کا
لازم آئیگا۔ اب صاحب است صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ آپ جواز
کے قایل ہوئے میں کہتا ہوں افسوس نہ تو تم نے اصل اعتراض سمجھا نہ کچھ
جواب دیا ذرا پھر غور سے دیکھو کہ ہم جواز کے قایل ہوئے ہیں۔ یا تم؟ یہ تو ہمارا
بموجب تمہارے قول جواز کے الزامی جواب تھا۔ کہ ایک ٹکڑے سے فرضیت
اور ایک سے جواز سمجھتے ہو کچھ تو سمجھو اور ہوش کرو ہم تعجب کرتے ہیں کہ اگر
سنان کی عبارت کچھ مشکل بھی ہوتی تو آپ شاید کیسے کیسے گل کھلاتے
جواب نمبر ۵) کے جواب میں شیخ صیانت میں لکھتا ہے کہ دلیل عام
سے مدعا خاص ثابت ہوتا ہے جیسے دس درم مہر اور مسح ربع سر امام
صاحب نے دلیل عام سے خاص ثابت کر لیا اسپر لاحول میں پوچھا گیا کہ کونسی
دلیل عام سے امام صاحب نے مسح ربع سر اور دس درم مہر مدعا خاص ثابت
کیا اسکا جواب شیخ صفحہ ۶ میں یوں دیتے ہیں جناب من واتیتم احدھن
قنطارا اور وامسحو برؤسکم سے میں کہتا ہوں اس نئے عالم کو ابھی
عام خاص کا بھی پتہ نہیں ہم پوچھتے ہیں کہ آیت پہلی میں کونسا لفظ عام
ہے اور کس کتاب میں اس آیت سے دلیل دس درم مہر مقرر کیجیے

الہ ترنے تو یہاں ایک شخص کو صاف لکھدیا تھا کہ ہم صرف فاتحہ کو فرض کہتے ہیں اگر حنفی ضد نہ
کریں تو ہم فاتحہ کو کبھی فرض نکہیں صرف جائز ہی کہیں ۱۲۔ اگر آپ اس کہنے سے انکار کریں تو ہم
شخص مذکور کو تمہارے روبرو پیش کرینگے ۱۲

گئے اگر سچے ہو تو کسی کتاب کا حوالہ دو ورنہ تمہارا بہتان ہوگا۔ اور آیت وامسحوا برؤسکم سے بھی ربع سر کے واسطے دلیل نہیں پکڑی گئی یہ بھی آپ کی سمجھ کی خوبی ہے غرض کہ ربع سر اور دس درم مہر کے واسطے امام صاحب کے لیئے خاص دلائل ہین کسی عام سے دلیل نہیں پکڑی گئی۔ قولہ ص۵۵ اخرجہ ابوداؤد فی سننہ عن محمد بن اسحٰق عن مکحول عن محمود الحدیث اقول۔ اس حدیث کی نسبت حدیث اوّل مین پوری بحث گذر چکی فانظر ثمہ قولہ ص۵۶ وقد روی زید بن واقد وھو ثقۃ عن حرام بن حکیم ومکحول عن نافع بن محمود بن ربیع انہ سمع عبادۃ بن صامت الحدیث اقول یہ وہ حدیث ہے جسکو اسمعیل نے اپنی مباحثہ مین جزء القرءۃ سے پیش کی تھی جس کے جرح کے جواب سے اسمعیل معہ متعلقین عاجز آگیا تھا۔ اب شیخ صاحب نے شاید کس بھروسے سے اسکو نقل کیا ہے اولاً اس حدیث مین حرام ابن حکیم ہے جسکو ابن حزم نے ضعیف کہا اگر اسکو ثقہ بھی مان لیا جاوے تو بھی اس کی حدیث حسن ہوگی نہ صحیح ذہبی فرماتے ہین فحدیثہ مع غرابتہ یقتضی ان یکون حسنا مین کہتا ہون والحسین عند البخاری لیس بحجۃ پس اس حدیث کو اگر حسن مان بھی لیا جاوے تو بھی امام بخاری کے نزدیک حجت نہیں بن سکتے (ثانیا) حدیث اوّل کے جواب نمبر ۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-مین مفصل بحث مکحول وغیرہ مذکور ہے وہان دیکھو (ثالثا) اسمین نافع بن محمود ہے۔ حافظ ابن حجر نے[۱]

[۱] نیز حافظ صاحب نے مستور کی روائیت کے بارہ مین لکھا ردھا الجمہور یعنے جمہور نے مستور کی روائیت کو رد کیا ہے اب ہم دیکھیں کہ شیخ صاحب یہان جمہور کو کس عذر سے چھوڑتے ہیں اور نہ مخالف اتبعوا السواد الاعظم ہوکر من شذ شذ فی النار کے مصداق بنتے ہیں یا نہیں مین شیخ صاحب کو مقتبہ کرتا ہوں کہ اگر اس مسئلہ مین جناب کو جمہور کی مخالفت کا شوق آوے تو پچھلا لکھا ہوا بھول نہ جانا یعنے صیانت ص۴ سطر ۱۵-۳-۱۲ منہ۔

تقریب مین مستور لکھا ہے اور شرح نخبہ مین فرمایا ہے ہو والتحقیق ان
روائة المستور ونحوہ مما فیہ الاحتمال لایطاق القول بردھا ولا بقبولھا
بل ھی موقوفة الی الاستبانة کما جزم بہ امام الحرمین خلاصہ ترجمہ یہ ہے
کہ روائیت مستور کی نہ قبول کیجاوے اور نہ رد بلکہ اس کے حال ظاہر ہونے
تک موقوف رہی اور یہ بھی فرماتے ہیں واذا توقف عن العمل بہ صار
کالمردود لا لثبوت صفة الرد بل لکونہ لم یوجد فیہ صفة توجب القبول
اور اسی حدیث کو مولوی محی الدین غیر مقلد بلاغ المبین ص۲۳ مین ضعیف بیان
چکا ہے لکھتا ہے ان چار طریق مین سے صرف ایک طریق مین نافع بن محمود راوی
مستور الحال ہے اور اسکا وہی طریق ضعیف ہے انتہی بلا لفظہا) اس حدیث
مین استثناء ہے اور استثناء کسی شے کے وجوب فرضیت پر دلالت نہین
کرتا کما مر الیس اس حدیث سے فرضیت فاتحہ خلف الامام کیلیے دلیل پکڑنا
سراسر جہالت ہے (مغالطہ) ص۵۷ لو جناب یہان سے سماع مکحول کا
محمود اور اس کے بیٹے نافع سے ثابت ہوگیا۔ ھذا یہ مکحول نے نہ تو محمود
سے تصریح سماع کی ہے نہ نافع سے پھر سماع کیسے ثابت ہوگیا اور پیچھے گزرا
کہ جب تک مدلس خود تصریح سماع نہ کرے اسکی حدیث مقبول نہین پس اگر
مکحول نے کہین خود تصریح سماع کی ہے تو بیان فرماوین اور نہ مظنہ انقطاع
دور نہ ہوگا اور حدیث قابل حجت نہ بنے گی قولہ ص۵۷ یہ وہی حدیث
ہے جسکو مین نے رسالہ صیانت مین صحیح کہا اقول تمہارا صحیح کہنا صرف اندھا
دھند ہے نہ تحقیق عجب یہ کہ خود ہی صحیح کہا اور خود ہی دارقطنی سے اس کا
حسن ہونا نقل کیا گیا حسن اور صحیح میں فرق ہی معلوم نہیں یہی آپ کے محدث
ہونے کی نشانی ہے امام بخاری علیہ الرحمۃ حدیث حسن کو حجت نہیں جانتے

پھر باوجود فنافی البخاری ہونیکے آپ اُسکو کیسے حجت سمجھتے ہین بلاغ المبین
صلا ۲۵۲ مین آپ کا ہم مشرب مولوی محی الدین لکھتا ہے امام بخاری کے نزدیک
حدیث حسن پر بھی عمل جائز نہیں انتہیٰ فرمائیے اس حدیث پر ناز تھا اور
اسی سے فرضیت فاتحہ مقتدی کیواسطے ثابت کر رہے ہو جسپر امام بخاری
کے نزدیک عمل ہی جائز نہیں[۵] ان فی صدور ہم الا کبر ماھم ببالغیہ
مغالطہ ۵۷ صلا اب فرق عزیمت رخصت کا ہوا یا نہ۔ ہدایہ ۲ آپ صیانت
صفحہ ۱۱ میں اس عبارت کو شرح کر چکے ہو جیسے فرمایا ہے کہ باوجود اصح ہونے
حدیث مسلم کے اور صحیح ہونے حدیث ثانی کے صرف فرق عزیمت اور
رخصت کا ہے یعنے فاتحہ پڑہنا واجب اور زیادت کی رخصت اہنے
جب فاتحہ کا پڑہنا واجب کہتے ہو اور زیادت کی رخصت تو بتلائیے۔
عزیمت کونسی چیز ہے شاید آپ فاتحہ پڑہنے کو عزیمت سمجھتے ہین اگر یہی سمجھا ہے
تو فرضیت آپ ہی کے کلام سے ہبا منثورا ہو گئی ۔ اگر تمہاری کلام مین
فاتحہ کا پڑہنا عزیمت اور زیادۃ کی رخصت نہ سمجھی جاوے بلکہ کوئی اور معنے
سمجھے جائیں تو آپ کا یہ کہنا کہ فرق عزیمت رخصت کا ہوا اور اُسکی شرح
یہ کرنا۔ کہ فاتحہ کا پڑہنا واجب اور زیادت کی رخصت) صاف لغو۔ اور
مہمل ہو جاتا ہے اگر تم اس کلام کے یہ معنے کرو کہ زیادت کا پڑہنا عزیمت
بسبب اصح ہونے حدیث مسلم کے اور نہ پڑہنا رخصت بسبب صحیح ہونے
حدیث ثانی کے تو اس صورت مین علاوہ لغو ہونے عبارت (فاتحہ کا پڑہنا
واجب اور زیادت کی رخصت) کے آپ کی کلام مین صریح تعارض واقع

---

[۵] ان معنو پر یہ بھی خبط ہے جس حدیث کو اصح کہا تھا اُسپر عمل کرنا بھی رخصت کہنا تہا نہ رخصت
اور جسکو صحیح اس سے رتبہ مین کم سمجہا اُسپر عمل کو رخصت سمجہنا تہا نہ عزیمت کیونکہ رخصت درجہ مین عزیمت سے
کم ہوتی ہے جیسی صحیح رتبہ مین اصح سے کم صحیح سے رخصت اور اصح سے عزیمت سمجہنا تھا نہ عکس ۱۲ منہ

ہو جاتا ہے جو آپنے صفحہ ۱۷۵ استدلال مین لکھا ہے کہ ثابت ہوا کہ بحالت قرائت پڑہنے کے فصاعداً و مازاد ممنوع ہے" یعنے یہاں زیادت سے ممانعت۔ اور وہاں زیادت کا پڑہنا عزیمت۔ وھل ھذا الا التعارض اگر تم یہ معنے کرو کہ زیادت کا پڑہنا عزیمت بسبب صحیح ہونے حدیث ثانی کے اور پڑہنا رخصت بسبب اصح ہونے حدیث مسلم کی تو بھی آپ تعارض سے بچ نہیں سکتے اسلئے کہ حدیث اصح جسکا مدلول وجوب زیادت تھا اُس سے آپنے رخصت زیادت سمجھا پھر اُسی کے ایک ٹکڑے سے فرضیت الحمد پھر صفحہ ۵۷ مین لکھا ہے کہ فصاعداً و مازاد بحالت جہر ممنوع ہے تو یہ تعارض نہیں ہے تو اور کیا ہے اگر زیادت کا پڑہنا رخصت کہا تو ممنوع کیون لکھا پھر صفحہ ۵۹ مین لکھا کہ ہمنے فصاعداً و مازاد کے عموم سے مقتدی کو خارج کر دیا پس اگر مقتدی اس عموم سے خارج ہے تو عزیمت اور رخصت کس کے واسطے ہے الغرض بہر حال آپ کی عبارت یہاں نہائت مخدوش ہے اور تعارضات سے پڑے ہے معلوم نہیں کہ لکھتے کیا ہو اور سمجھتے کیا ہو۔ (پانچوین حدیث کا بیان)

اخرج البیہقی عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتب خلف الامام اس حدیث مین اگرچہ لفظ خلف الامام موجود ہے مگر قابل حجت نہیں دو وجہ سے (اول) یہ کہ اس حدیث کی سند نہیں ملی تاکہ اسمین دیکھا جاوے جن حضرات نے اس حدیث کو بحوالہ بیہقی نقل کیا ہے پس بغیر ملاحظہ

ف ۱ واضح ہو کہ صاحب تعلیق الممجد کہ اگر اس مسئلہ مین ہمارا مخالف ہے تو آپ کا بھی موافق نہیں اس لئے امام الکلام مین فرضیت فاتحہ کو خوب توڑا ہے ۱۲ منہ۔

سند کے ہم اس حدیث کو صحیح نہیں کہہ سکتے۔ امام بیہقی کا صحیح کہنا ہرگز مفید صحت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں وعادۃ البیہقی التصحیح عند الاحتجاج لامامہ والتضعیف عند الاحتجاج لغیرہ۔ یعنے بیہقی کی عادت ہے کہ جب اپنے امام کیواسطے حجت پکڑنا ہو تو حدیث کو صحیح کر دیتا ہے اور جب کسی دوسرے کے واسطے حجت بنتی ہو تو ضعیف کر دیتا ہے پس عجب نہیں کہ یہاں بھی اس نے یہی معاملہ کیا ہو اور وجہ دوسری یہ کہ اس حدیث میں زیادت خلف الامام شاذ ہے اس زیادتی پر کوئی متابع قوی نہیں ہے چنانچہ یہی حدیث صحیحین میں بلا زیادت مروی ہے اور حدیث شاذ قسم ضعیف سے ہوتی ہے فلا یصح الاستدلال بہ۔

بحث آثار صحابہ

شیخ نے صفحہ ۵ میں صحابہ کے آثار سے دلیل پکڑی ہے۔ لیکن افسوس کہ بیچارے نے اپنے اصول کے مخالفت بھی کی پھر بھی کامیاب نہ ہوا۔ لکھا ہے (۱) اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ قال ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب قال ثنا اسد بن عاصم قال ثنا حسین بن حفص عن شیبان عن سلیمان الشیبانی عن جواب عن یزید بن شریک التیمی قال قلت لعمر بن الخطاب (۲) اخبرنا ابو عبد اللہ قال ثنا ابو بکر بن اسحق قال ثنا ابراھیم بن ابی طالب قال ابو کریب ثنا حفص بن غیاث عن ابی اسحق الشیبانی حسن جواب التیمی وابراھیم بن محمد بن المنتشر عن الحارث بن سوید عن یزید بن شریک انہ سال عمر عن القرأۃ الحدیث (۳) اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ قال حدثنا ابو العباس محمد بن

اسحٰق قال ثنا الاسود بن عمرو قال ثنا سفیان بن حسین قال سمعت
الزهری یحدث عن ابن ابی رافع عن ابیہ عن علی انہ کان الحدیث
(۴) اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ قال ثنا محمد بن احمد بن حمدون قال
حدثنا جعفر بن احمد بن نصر الحافظ قال ثنا عمرو بن علی قال ثنا یزید
بن زریع قال ثنا معمر عن الزہری عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی
قال الحدیث میں کہتا ہوں یہ آثار بھی بچند وجوہ قابل حجت نہیں (۱)
مولوی محی الدین غیر مقلد بلاغ المبین صفحہ ۸ سطر ۲ میں لکھتا ہے۔ صحابی
کا خواہ قول ہو خواہ فعل لائق حجت پکڑنے کے نہیں ہوتا انتہٰے و نیز ص ۱۱ میں نیل
الاوطار سے لکھتا ہے وقد تقرر ان افعال الصحابۃ واقوالھم لاحجۃ
فیھا تحقیق ثابت ہوا ہے کہ تحقیق فعل صحابہ کے اور قول اُن کے
نہیں ہے حجت بیچ اُن کے انتہٰی پس یہ آثار حجت نہ ہوئی (۲) ص ۵۹ میں
لکھتا ہے کہ حضرت عمر بھی فاتحہ کو خلف الامام جائز رکھتے تھے؟ پس اگر جائز
رکھتے تھے تو تمہارے مخالف ہوئے اسلیئے کہ تم فرضیت کے قایل ہو اور
وہ بقبول تمہارے جواز کے فبطل الاستدلال ان دونوں صاحبوں نے یعنی
حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما سے بھی قرائت خلف الامام پر ممانعت
بلکہ وعید مروی ہے کما رواہ الطحاوی و محمد (۴) اثر نمبر ۱ میں ابو العباس محمد
بن یعقوب و اسد بن عاصم ہیں جنکا ترجمہ نہ میزان میں ہے نہ خلاصہ نہ
تقریب میں تقریب میں محمد بن یعقوب ایک ہی ہے جس کی کنیت ابو عمر
ہے نہ ابو العباس میزان میں ایک اور بھی ہے پر وہ مجہول ہے شیبان
جو اس سند میں ہے کو بتلا ہے ان کی ثقاہت بیان کرو (۵) نیز اسمیں جواب
تیمی ہے جسکو گو ابن معین نے ثقہ کہا ہے لیکن ابن نمیر نے ضعیف اور

ابو خالد احمر اور ثوری نے مرجیہ کذا فی المیزان (۶) اس اثر میں مطلق قرائت ہے اور مستدل خاص فاتحہ کہتا ہے (۷) اثر ۲ میں ابوبکر بن[1] اسحق و ابراہیم بن ابی طالب ہیں ان کی توثیق کرو (۸) حفص بن غیاث کا اخیر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا ابوکریب کا اسکے شاگردان متقدمین سے ہونا ثابت کرو نیز اسکو داؤد بن رشید نے کثیر الغلط لکھا ہے کذا فی المیزان (۹) اسمیں بھی جواب تیمی ہے وضعفہ ابن نمیر (۱۰) اثر نمبر ۳ میں محمد بن یعقوب اور اسود بن عمرو کی توثیق لکھو (۱۱) اس میں سفیان بن حسین ہے جو زہری سے روائیت کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر درایہ صفحہ ۱۶۹ میں فرماتے ہیں سفین بن حسین ضعیف مولوی شمس الحق عظیم آبادی تعلیق المغنی صفحہ ۲۲۱ میں فرماتے ہیں فالاکثر علی تضعیفہ فی روائیتہ عن الزہری یعنی اکثر اسکے روائیت تضعیف پر ہیں جب یہ زہری سے روایت کرے۔ میزان میں لکھا ہے۔ ویروی عن الزہری مضطرب فیہ وقال احمد لیس بذاک فی الزہری وقال عباس عن یحیی لیس بہ باس ولیس من کبار اصحاب الزہری فی حدیثہ ضعف وروی ابن ابی خیثمہ عن ابن معین ثقۃ فی غیر الزہری وروی ابوداؤد عن یحیی لیس بالحافظ ولا بالقوی فی الزہری وقال عثمان بن سعید سالت یحی عنہ فقال ثقۃ وھو ضعیف الحدیث عن الزہری قال النسائی لیس بہ الا فی الزہری وقال ابن عدی ھو فی غیر الزہری صالح الحدیث قال ابن معین لم یکن بالقوی انتھی ملخصا ابن حجر بھی ثقۃ فی غیر الزہری لکھتے ہیں اور مقدمہ فتح الباری صفحہ ۵۳۸ میں فرماتے ہیں ضعفہ احمد بن حنبل وغیرہ فی الزہری حاصل ترجمہ ان سب

[1] اگر یہ ابوبکر بن اسحق بن سیار ہیں تو انکی حدیث منکر ہے قالہ البخاری کذا فی المیزان ۱۲ اگر کوئی دوسرا ہیں تو

امیر ولی یقین کردو ۱۲

عبارات کا یہی ہے کہ سفیان بن حسین جبکہ زہری سے روائیت کرے تو ضعیف ہے اور اثر حضرت علیؓ میں وہ زہری سے ہی روائیت کرتا ہے پس ضعیف ہوا (۱۲) اثر ۲ میں محمدؐ بن احمد بن حمدون ہے جس سے احاکم روائیت کرتا ہے اسکو میزان میں کذاب لکھا ہے (۱۳) جعفر بن احمد بن النضر کا ترجمہ اور ثقاہت لکھو (۱۴) ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں طعن علی بن المدینی فی روائیتہ عن یزید بن ذریع الخ یعنے علی بن المدینی نے جو بخاری کا استاذ ہے عمرو بن علی کی روائیت میں جو یزید بن زریع سے ہو طعن کیا ہے اور اس اثر میں عمرو بن علی یزید بن زریع سے روائیت کرتا ہے (۱۵) عبداللہ بن ابی رافع کون ہے اور کیسا ہے (۱۶) جعفر بن محمدؐ نے اسی کو زہری سے روائیت کیا اسمیں لفظ خلف الامام نہیں ہے کما فی الطحاوی پس ثابت ہوا کہ یہ لفظ کسی راوی کا وہم ہے (۱۷) اثر حضرت علی میں نماز ظہر و عصر کا ذکر ہے اور مستدل ہر نماز میں کہتا ہے فلم یثبت لوعاہ (۱۸) اثر نمبر ۱ میں حسین بن حفص عن شیبان عن جواب عن یزید ہے ان کی آپسمیں ملاقات ثابت کرو (۱۹) اثر نمبر ۲ میں حفص بن غیاث عن ابی اسحٰق عن جواب و ابراہیم عن حارث عن یزید ہے ان کی بھی ملاقات ثابت کرو الغرض آثار بالکل قابل حجت نہیں ہیں فبھت المناصر والمنصو قولہ) ص ۵۹ ان سب حدیثوں سے صاف عیاں ہوا کہ قصاً عمداً و ماً زاد و منفرد کیواسطے ہے یا جس حالت میں امام قرائیت آہستہ پڑھتا ہو ورنہ نہیں اقول جیسے قصاً عمداً و ماً زاد و منفرد

۵۱ اصل میں محمد ثنا ہے لیکن میزان میں محمدؐ بن احمد بن حمدان ہے اگر تم انکار کرو کہ یہ محمد بن احمد کذاب نہیں تو لازم ہے کہ اسکی ثقاہت اور حاکم کا اس سے روائیت کرنا ثابت کرو ۱۲ منہ

۵۲ اگر یہ عبید اللہ ہے تو اپنی غلطی تسلیم کرو کہ تمنے دو نو جگہ عبداللہ لکھا ہے ۱۲

کیواسطے ہے ویسے ہی الحمد منفرد اور امام کیواسطے جیسے آپ حدیث
فصاعدا کی عموم سے مقتدی کو خارج سمجھتے ہیں ویسے ہی دربارۂ الحمد
سمجھیں یہ کیا اندھیر اور سمجھ کا پھیر ہے کہ اُسی لاصلوٰۃ سے دربارہ سورۃ
مقتدی کو خارج سمجھنا اور دربارۂ الحمد داخل (وما ھو الا التعصب والعناد
الحمد للہ کہ مسئلہ فاتحہ خلف الامام) کے بارہ مین شیخ صاحب کے خیالات
کا خاتمہ ہوا فیصلہ اسپر ہوا کہ آپ کوئی حدیث صحیح متصل مرفوع مثبت
فرضیت فاتحہ خلف الامام اس مسئلہ میں پیش نہیں کر سکے اب ہم چند
دلائل منع قرائت خلف الامام لکھتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جاوے۔
کہ جو لوگ امام کے پیچھے قرائت پڑھتے ہین وہ قرآن و حدیث صحیح کا خلاف
کرتے ہیں (دلیل پہلی) قال اللہ تعالےٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
وانصتوا لعلکم ترحمون۔ فرمایا اللہ جل شانہ نے جب پڑھا جاوے
قرآن تو اُسکی طرف کان لگاؤ اور چپ رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ اس آیت
کی شان نزول میں صحیح قول یہی ہے کہ منع قرائت خلف الامام میں
نازل ہوئی ہے پس بموجب حکم اس آیت کے مقتدیوں پر استماع
و انصات واجب ہوا۔ اب جو لوگ امام کے پیچھے قرائت پڑھتے ہین۔
وہ استماع و انصات کے تارک ہیں اور چونکہ استماع و انصات واجب تھا
اسلیئے ترک واجب سے اُن کی نماز مکروہ تحریمہ ہوئی۔ اس مقام پر بعض
ناواقف یہ شبہ کرتے ہیں کہ یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے
اسلیئے منع قرائت خلف الامام کے واسطے دلیل پکڑنا درست نہین تو
جواب اس شبہ کا بچند وجوہ ہے (۱) یہ کہ اس آیت کا کفار کے
لیئے نازل ہونا کسی حدیث صحیح مرفوع یا موقوف یا مقطوع سے ثابت

نہیں میں تعجب کرتا ہوں کہ جو لوگ اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ بجز حدیث صحیح ہم کسی کا قول معتبر نہیں سمجھتے وہ حنفیہ کرام کے
مقابلہ کے لیئے اور ان کی دلیل کتاب اللہ سے باطل کرنے کے لیئے کیوں
اپنے نام کو بٹہ لگاتے ہیں اس آیت کے شان نزول میں کیوں ایسی بے
تکی ہانکتی ہیں۔ اسوقت امام رازی کا قول ایسا مضبوط پکڑ لیا کہ اس کے
مقابلہ میں سارے جہان کے مفسرین کے اقوال ہیچ سمجھے گئے حتے کہ صحابہ کے
اقوال کی بھی پرواہ نہ کی۔ افسوس اس تعصب کا ستیاناس۔ ہاں ہمنے
مانا کہ کفار بوقت سننے قرآن کے برا برا بولتے تھے۔ اور انہوں نے آپس
میں مشورہ بھی کیا کہ قرآن نہ سنو لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اس آیت
میں کفار کو ہی مخاطب کیا گیا ہے اور انہی کو حکم ہوا ہے کہ جب قرآن
پڑھا جاوے کان لگا کر سنو اس دعوے پر کوئی دلیل قرآن و سنت سے
نہیں ہے پس دعوے بے دلیل ہرگز قبول کے لائق نہیں بلکہ قرآن اور
حدیث سے اس دعوی کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہے تفصیل اس اجمال کی
یہ ہے کہ اللہ جلشانہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے ولا تجھر بصلوتک
ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیلا یعنی مت آواز بلند کر ساتھ نماز اپنی
کے اور مت آہستہ کر ساتھ اسکے اور ڈھونڈھ درمیان اس کے راہ۔ اس
آیت کے شان نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم
میں یوں آیا ہے قال نزلت و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متوار
بمکۃ فکان اذا صلے باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع ذالک المشرکون
سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ لنبیہ صلے اللہ علیہ وسلم
ولا تجھر بصلوتک فیسمع المشرکون قراءتک ولا تخافت بھا عن اصحابک

اسمعھم القرآن ولا تجھروا ذلک الجھر وابتغ بین ذالک سبیلا یقول
بین الجھر والمخافتہ) یعنے حضرت عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُس
حالت میں نازل ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں چھپے
رہتے تھے اور جب آپ اپنے یاروں کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن
بلند آواز سے پڑھتے تو مشرکین مگر سنکر قرآن اور اُس کے اوتارینوالے
اور اُسکے لانیوالے کو برا بولتے تو حق تعالے لنے اپنے حبیب پاک
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ تو اپنی نماز کے ساتھ بلند آواز نہ کر کہ مشرکین
تیری قرائت سن لیں یعنی ایسا بلند آواز سے قرآن نہ پڑھ کہ مشرکین تیرے
قرائت سن لیں اور نہ آہستہ کر ساتھ اسکے اپنے یاروں سے یعنی ایسا آہستہ
بھی نہ پڑھ کہ تیرے یار مقتدی بھی نہ سنیں سنا ان کو قرآن یعنی مقتدیونکو
اور نہ جہر کر یہ جہر اور ڈھونڈھ درمیان اس کے راہ یعنی بلند اور آہستہ
کے درمیان ۱۲ اس آیت اور حدیث صحیح مسلم سے یہ امر بخوبی ثابت ہو
گیا کہ خود رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے بلند آواز سے قرآن پڑھنے
کی ممانعت کیگئی ہے جس سے مشرکین سن لین اور برا بولیں بھلا کوئی کہہ سکتا
ہے کہ ادھر جناب رسول خدا صلعم کو خدا یہ فرمائے کہ قرآن شریف کو
بلند آواز سے نہ پڑھ کہ مشرک لوگ سن لین اور ادھر مشرکین کو یہ حکم دے کہ
جب قرآن پڑھا جاوے سنو جب رسولخدا صلعم کو بلند آواز سے پڑھنے
کی ممانعت کیگئی اس خیال سے کہ مشرک سنکر برا نہ کہیں تو مشرک سنیں گے تو
کیا سنیں سکیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو تو یہ
حکم ہوا۔ اسمعھم القران تو اپنے مقتدیوں کو قرآن سنا اور مقتدیوں
کو یہ حکم ہو کہ تم قرآن پڑھا جانے کی وقت ہرگز نہ سنو بلکہ خود پڑھتے رہو

اگر یہی بات ہی کو مقتدی نہ سنیں اور نہ چپ رہیں تو پھر رسول پاک
علیہ السلام کو یہ حکم دینا کہ تو اس کو قرآن سنا عبث ہوگا واللہ تعالی منزہ عن
ذالک۔ تو اس آیت اور حدیث سے بخوبی معلوم ہوگا کہ آیت واذا قری
القرآن میں کافروں کو خطاب نہیں بلکہ مسلمانوں کو خصوصاً مقتدیوں
کو ہے۔ علاوہ اسکے اس آیت اور حدیث صحیح مسلم سے دو امر اور بھی
مستفاد ہوئے (۱) یہ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکہ شریف مین ہی
باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے پس جو شخص کہتا ہے کہ مکہ شریف مین جماعت
نہ ہوتی تھی دیدہ دانستہ جھوٹ کہتا ہے یا عوام کو دھوکھا دیتا ہے یا بے
خبر ہے (۲) یہ کہ اس آیت مین حق سبحانہ وتعالے نے قرائت کو بلفظ
صلوۃ یاد فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ مطلق قرائت کا نماز میں ہونا اتنا ضروری
ہے کہ خود اسی کو نماز سے تعبیر کیا گیا تو معلوم ہوا کہ نماز میں کوئی خاص سورت
پڑھنا فرض نہیں (وجہ دوم) یہ کہ حق سبحانہ وتعالے نے اس قرآن پاک
کو مومنوں کے لیئے ہدائت ورحمت بنایا ہے نہ کافروں کے لیئے بلکہ
کافروں کے واسطے تو اندھا پا ہے اور فرمایا وننزل من القرآن ما هو
شفاء ورحمة للمومنين ولا يزيد الظلمين الا خسارا یعنے اتارتے
ہیں ہم قرآن سے وہ چیز کہ وہ شفا ہے اور رحمت واسطے ایمان والوں کے
اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو مگر ٹوٹا۔ ترجمان القرآن مین خدا بخشے نواب
صدیق حسن مرحوم اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں رہا کافر ظالم نفس سو
اسکو قرآن کے سننے سے بجز بعد وکفر کے کچھ زیادہ نہیں ہوا آفت طرف سے
اسی کافر کے ہوتی ہے نہ طرف سے قرآن کے لقولہ تعالے قل هو للذين
امنوا هدى وشفاء والذين لا يومنون في اذانهم وقر وهو عليهم عمى

اولئک ینادون من مکان بعید یہ ایمان والونکو بیوج ہے اور روگ کا رفع اور جو یقین نہیں لاتے اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ انکو اندھا یا ہے ان کو پکارتے ہی ہے دور کی جگہ سے اور فرمایا۔ واذا ما انزلت سورة فمنھم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایمانا فاما الذین اٰمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کافرون) اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں کسکو تم میں زیادہ کیا اس سورت نے ایمان سو جو لوگ یقین رکھتے ہیں انکو زیادہ کیا ایمان اور وہ خوش وقتی کرتے ہیں[1] اس باب میں اور بہت آئتیں ہیں ؛

قتادہ نے کہا ایمان دار جب قرآن کو سنتا ہے اس سے منتفع ہوتا ہے اور اسکو یاد رکھتا ہے اور ظالم نہ منتفع ہو نہ یاد رکھے اللہ نے اس قرآن کو مومنین کیلئے شفا و رحمت بنایا ہے انتہیٰ مافی ترجمان القرآن پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ کافروں کو یہ قرآن کفر اور بعد زیادہ کرتا ہے تو اب کافروں کے واسطے یہ حکم کرنا کہ قرآن کو سنو کیا فایدہ کرے گا وہ اگر سنیں گے تو بھی اُن کا کفر ہی بڑھیگا۔ تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم مومنوں کے واسطے ہی ہے یہی سنکر اس سے ہدایت و رحمت حاصل کر سکتے ہیں۔ (وجہ سوم) یہ کہ کافروں کے دلونپر خدا تعالیٰ نے ایک حجاب ڈالدیا ہے کہ وہ قرآن شریف کی معارف و حقائق سمجھ نہیں سکتے اور وہ قرآن مجید کو سنتے تھے لیکن اُن کے دلوں پر اثر

[1] ترجمان القرآن میں اس آیت کا پورا ترجمہ نہیں بقایا تتمہ یہ ہے اور لیکن وہ لوگ کہ بیچ دلوں انکے کے بیماری ہے پس زیادہ کی ان کو نجاست ساتھ نجاست انکے کے اور مرگئے اور وہ کافر تھے ۱۲ منہ

نہیں ہوتا تھا چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے واذا قرات القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یومنون بالآخرۃ حجابا مستورا وجعلنا علےٰ قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی آذانھم وقرا یعنی جب تو پڑھتا ہے قرآن کو کرتے ہیں ہم درمیان تیرے اور درمیان ان لوگوں کے کہ نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے پردہ چھپا ہوا اور کر دیتے ہیں ہم اوپر دلوں انکیکے پردہ ایسا نہ ہو کہ سمجھیں اسکو اور بیچ کانوں انکیکے بوجھ ہے اس آیت کی تفسیر میں امام رازی نے جنکو مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے آیت واذا قرئ الخ میں کفار کو خطاب ہونیکے لیے تاج المفسرین کے لقب سے یاد فرمایا ہے) اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے (قال الاصحاب دلت ھذہ الآیۃ علے انہ تعالیٰ جعل قلوبھم فی الاکنۃ وقولہ ان یفقھوہ ای لئلا یفقھوہ وجعل فی آذانھم وقرا ومعلوم انھم کانوا عقلاء سامعین فاھمین فعلمنا ان المراد منعھم عن الایمان ومنعھم عن سماع القرآن بحیث لا یقفون علے اسرارہ ولا یفھمون دقائقہ وحقائقہ انتہی ملخصا) یعنے ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ اس آیت نے دلالت کی اسبات پر کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں کو پردوں میں کر دیا ہے تاکہ نہ سمجھیں اوسکو یعنی قرآن کو اور کر دیا ہے ان کے کانوں میں بوجھ اور یہ تو ظاہر ہے کہ وہ لوگ کفار عقل والے سننے والے سمجھنے والے تھے پس ہمنے معلوم کر لیا کہ اس آیت میں ایمان اور قرآن کے سننے سے ان کو منع کرنا اللہ جلشانہ کی مراد ہے اسلیئے کہ وہ کفار قرآن کے اسرار پر واقفی نہیں رکھتے اور نہ اس کے دقائق اور حقائق سمجھتے ہیں انتہی دیکھیے صاحب یہ وہی امام رازی ہیں اور وہی تفسیر کبیر ہے اس جگہ تو صاف امام رازی نے

فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ خدا تعالےٰ عزاسمہ کی مراد یہ ہے کہ کافر لوگ
قرآن کو نہ سنیں تو آیت واذا قری القرآن میں کافروں کو مخاطب کرنا کس
طرح صحیح ہو سکتا ہے کیا وہ خدا تعالےٰ کی مراد کے مخالف ہوگا۔ معلوم ہوا کہ
آیت واذا قری الخ میں مسلمانوں کو ہی خطاب ہے کافرونکو مخاطب بنانا
اللہ کی مراد کے برخلاف ہے۔ علاوہ اس کے امام رازی کا وہ قول جو
سورہ اعراف میں زیر آیت واذا قری میں ہے وہ مقدم ہے اور یہ
قول موخر۔ چونکہ قول موخر بوقت تعارض معتبر اور ناسخ سمجھا جاتا ہے۔
اسلیئے تاج المفسرین کا قول موخر جو ہمارے مطابق ہے معتبر ہوگا +

وجہ چہارم) اخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ والبیھقی عن
عبد اللہ بن مغفل انہ سئل اکل من سمع القراٰن وجب علیہ الاستماع
والانصات قال لا انما نزلت ھذہ الایۃ واذا قری القراٰن فاستمعوا لہ
وانصتوا فی قراءۃ الامام واذا قرأ الامام فاستمع لہ وانصت یعنی بیہقی و
ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ نے عبد اللہ بن مغفل سے روایت
کی ہے کہ اس سے سوال کیا گیا کہ کیا ہر وہ شخص جو سنے قرآن کو واجب
ہوتا ہے اسپر کان لگانا اور چپ رہنا۔ کہا عبد اللہ نے نہیں یہ آیت)
واذا قری القرآن الخ تو امام کی قرائت میں نازل ہوئی ہے جب امام
پڑھے تو اسکی طرف کان لگا اور چپ رہ۔ اس اثر سے دو امر ثابت
ہوئے امر اول یہ کہ آیت واذا قری الخ میں مسلمانوں کو خصوصاً
مقتدیوں کو خطاب ہے پس آیت مذکور کو کفار کے حق میں کہنا غلط ہوا
امر دویم) یہ کہ نماز سے خارج اگر قرآن پڑھا جاوے تو سامعین پر استماع و
انصات واجب نہیں اس سے مخالفین کے وہ شبہات رد ہو گئے

جو کہ وہ کھتے ہیں کہ مکتب میں لڑکے اور ختم میں حافظ وغیرہ وغیرہ
کیوں نہیں سنتے ۔ واخرج عبد بن حمید وابو الشیخ والبیہقی عن ابی العالیۃ
ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی فقرو قرء الصحابہ فنزلت
ھذہ الآیۃ فسکت لقوم وقرء النبی صلے اللہ علیہ وسلم ۔ ابی العالیہ
فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑہتے اور قرائیت
پڑہتے تو آپکے اصحاب بہی قرائیت پڑہتے تو یہ آئیت واذا قرئ القرآن نازل
ہوئی تو قوم چپ ہوگئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑہتے رہے یعنی اس
آئیت کے نازل ہونیکی صحابہ نے قرائیت خلف الامام ترک کردی ۔
واخرج البیہقی فی القراءۃ عن عطا قال سالت ابن عباس عن قولہ تعالی
واذا قرء القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا ھذا لکل قاری قال لا ولکن فی
الصلوۃ یعنے عطا فرماتے ہیں میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ قول اللہ
جلشانہ کا واذا قرئ الخ کیا یہ سب قاری کے واسطے ہے یعنے جو
قاری پڑہے اس کی قرائیت کے وقت چپ رہنا لازم ہی کہا ابن
عباس نے نہیں لیکن یہ نماز میں ہے ۔ اس اثر سے بہی ثابت ہوا کہ آئیت
مذکورہ میں خطاب کا فروں کو نہیں علاوہ اس کے امام احمد سے مروی ہی
کہ اجماع کیا ہے لوگوں نے اسپر کہ یہ آئیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی
ہے ۔ سوائے ان کے اور بھی بہت آثار اس میں آئے ہیں بخوف
طوالت چھوڑے گئے اسیطرح کی ایک روائیت صحابہ سے گو ضعیف
ہی ہو مخالف کو دکھانا چاہیئے جسکا مضمون یہ ہو کہ آئیت مذکورہ کا
شان نزول یہ ہے کہ کافر قرآن شریف کے وقت شور و غوغا یا کرتے
تھے تو یہ آئیت نازل ہوئی اور ان کو اس فعل سے منع کیا گیا ۔

ودونہ خرط القتاد حالانکہ جہاں تک مجھے خبر ہے ایسی کوئی روایت
نہیں واللہ اعلم بالصواب اور ایک شبہ مخالفین کا یہ ہے
کہ معنے استماع و انصات کا یہ ہے کہ چپ رہو یعنی باتیں بلند آواز سے
نہ کرو۔ اور شور نہ پاؤ۔ یہ معنے نہیں کہ آہستہ بھی کچھ نہ پڑھو تو جواب
اس شبہ کا یہ ہے کہ آیت مذکورہ کے شان نزول سے صاف ظاہر ہے
کہ لوگ امام کے پیچھے قرائت پڑھتے تھے نہ یہ کہ باتیں کرتے تھے۔ یا شور
ڈالتے تھے اسلیئے خاص یہی معنے لینے صحیح نہیں بلکہ صحیح معنے اس کے
مطلقاً سکوت ہیں یعنی نہ باتیں کرے نہ شور کرے نہ کچھ پڑھے امام
نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں قال ابن عباس فاستمع له وانصت
الاستماع الاصغاء والانصات السکوت فقد یستمع ولا ینصت فلهذا جمع
بینهما کما قال اللہ تعالےٰ فاستمعوا له وانصتوا کہا ابن عباس نے
قرأناه فاتبع قرانه کی تفسیر میں بس کان لگا اسکی طرف اور چپ رہ
استماع کے معنے کان لگانا ہے اور انصات کے معنے سکوت اور کبھی
انسان کان رکھتا ہے اور سکوت نہیں کرتا اسلیئے دونوں کو جمع کیا جیسے
حق تعالےٰ نے فرمایا۔ فاستمعوا له وانصتوا ختم ہوا ترجمہ عبارت
نووی کا۔ نووی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص آہستہ
کچھ پڑھتا ہے تو وہ اگرچہ امر استمعوا کا عامل ہو جاتا ہے لیکن انصتوا
پر اسکا عمل نہیں ہوتا یعنے انصتوا پر اسیوقت عامل ہو سکتا ہے
جبکہ بالکل چپ رہے نہ اونچی نہ آہستہ کچھ نہ پڑھے اگر ہم انصتوا کے
یہ معنے کریں کہ شور نہ کرو یعنی آہستہ پڑھو تو لا ینصت کے یہ معنے ہونگے
کہ نہیں آہستہ پڑھتا بلکہ شور کرتا ہے تو اسوقت نووی کی یہ عبارت

فقد لیستمع ولاینصت بالکل مہمل ہو جاتی ہے پھراوسکے یہ معنے
ہون گے کہ کبھی انسان کسی کی کلام کی طرف کان رکھتا ہے۔ اور
آہستہ ہی ہنین بولتا بلکہ شور کرتا ہے۔ تو یہ مطلب نووی کی مراد
کے مخالف ہوگا بلکہ صریح غلط ہوگا کیونکہ شور کرنیوالا بلند بولنے والا
حالت شور و بلند آوازی مین ہرگز کان ہنیں رکھ سکتا کان تو اسی وقت
رکھ سکیگا جبکہ بالکل چپ رہیگا۔ یا شور نہ کریگا۔ شور کی حالت مین استماع
ہنیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ انصات کے معنے مطلقا چپ رہنا ہے
نہ اونچی اور آہستہ سے۔ دیگر امام ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فتح الباری مین
ابن خزیمہ کا یہ قول نقل کر کے کہ مراد انصات سے یہ ہے کہ خطبہ سننے
کے وقت باتیں نہ کرے فرماتے ہیں وتعقب بانہ یلزم منہ جواز
القرءۃ والذکر حال الخطبۃ فالظاہر ان المراد السکوت مطلقا ومن
فرق احتاج الی دلیل انتہے یعنی اسپر تعقب کیا گیا ہے اسطرح کہ لازم
آتا ہے اس قول سے جواز قرائت و ذکر حالت خطبہ میں پس ظاہر
یہی ہے کہ مراد اس سے سکوت ہے مطلقا جو فرق کرتا ہے وہ دلیل کا
محتاج ہے اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ اس سے مطلقا چپ
رہنا مراد ہے جو شخص کہتا ہے کہ اس کے معنے یہ ہین کہ شور نہ کرو۔
وہ اسپر کوئی دلیل پیش کرے ❊

اور ایک شبہ مخالفین کا یہ ہے کہ یہ آیت نماز جہریہ کو شامل ہوگی
ظہر و عصر کو یہ حکم شامل ہنین کیونکہ کہ اس وقت قرائت اونچی ہنیں پڑہی
جاتی۔ تو جواب) اس شبہ کا یہ ہی کہ آیت مذکورہ میں یہ بالکل قید ہنین
ہے کہ جب اونچی قرآن پڑھا جاوے تو اس کی طرف کان لگاؤ بلکہ

بلکہ آیت میں قرئی کا لفظ اپنے اطلاق پر ہے جو اونچی اور آہستہ
دونوں کو شامل ہے یعنی جب قرآن پڑھا جاوے اونچی یا آہستہ۔ تو اُس
کی طرف کان رکھو مقتدیں سنا جاوے یا نہ سنا جاوے اور چپ رہو چنانچہ
صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم یغیر اذا طلع الفجر وکان یستمع الاذان فان سمع اذانا امسک
والا اغار یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غارت کرتے تھے جب فجر
طلوع ہوتی تھی اور آپ اذان کیطرف کان رکھتے اگر سنتے اذان کو
تو بند رہتے اگر نہ سنتے تو غارت کرتے۔ معلوم ہوا کہ آنحضرت سے دونو
حالتوں میں استماع پایا جاتا اذان سنی جاتی یا نہ سنی جاتی۔ تو معلوم ہوا
کہ وجوب استماع میں وجود سماع ضروری نہیں۔ دلیل دوسری عن
ابی موسے قال علمنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا قمتم
الی الصلوٰۃ فلیؤمکم احدکم واذا قرء الامام فانصتوا رواہ احمد
ومسلم ابو موسے اشعری فرماتے ہیں کہ ہمکو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
نماز سکھائی اور فرمایا جب تم نماز کی طرف اٹھنے کا ارادہ کرو پس چاہئے
کہ تم میں سے کوئی ایک جماعت کراوے اور جب امام پڑھے تو تم چپ رہو
اس کو امام احمد و مسلم نے روایت کیا۔ ابن حجر نے فتح الباری میں اس
حدیث کو صحیح کہا ہے۔ پس یہ حدیث مطابق قول اللہ جل شانہٗ کے ہے
گویا اس حدیث میں اسی آیت کا بیان ہے چونکہ آیت میں قرئی بصیغہ
مجہول ہے یہ معلوم نہیں کہ کس قاری کی قرأت کے وقت استماع
و انصات واجب ہے تو اس حدیث نے بیان کر دیا کہ وہ قاری امام
ہے اور اسی کی قرأت کے وقت مقتدیوں کو استماع و انصات واجب

تیسری دلیل عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتسم بہ فاذا اکبر فکبروا واذا قرئ فانصتوا روا الخمسۃ الا الترمذی۔ ابوہریرۃ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے سوائے اس کے نہیں بنایا گیا ہے امام تاکہ اقتدا کیا جاوے ساتھ اسکے پس جب تکبیر کہے پس تم بھی تکبیر کہو اور جب پڑھے پس چپ رہو اس کو ابن ماجہ نسائی ابوداؤد واحمد نے روایت کیا۔ امام مسلم نے اس حدیث کو صحیح مسلم مین صحیح کہا ہے یہ حدیث مثل حدیث ابی موسے کی اثبت کی موید ہے۔ اس حدیث کو جو بعض محدثین نے غیر محفوظ کہا ہے بالکل غلط ہے اگر کوئی صاحب اس حدیث کا ضعف بیان کرنے کے لیئے سر اوٹھائیگا۔ تو اودھر سے بھی انشاء اللہ تعالے جواب باصواب پائیگا۔ اور سب سے زیادہ غلطی یہ ہے جو اس حدیث کے راوی ابوخالد احمر کو بعض نادانون نے ابوخالد مولی جوبرہ لکھدیا اور عوام کو دھوکھا دیا اعاذنا اللہ منہ ۔

چوتھی دلیل عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلے باصحابہ فلما قضی صلوتہ اقبل علیھم بوجھہ فقال اتقرؤن خلف امامکم والامام یقرأ فقالہا ثلاث مرات فقالوا انا لنفعل ذلک فقال لاتفعلوا اخرج الطحاوی حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑہی ساتھ اصحاب اپنے کے پس جب ادا کی نماز اپنی اُن کی طرف منہ کرکے فرمایا کیا تم پڑہتے ہو پیچھے امام اپنے کے دراں حال کہ امام پڑھتا ہے۔ اسکو تین دفعہ کہا انہوں نے عرض کی کہ بیشک ہم یا رسول اللہ کرتے ہیں اسطرح یعنی پڑہتے ہیں

تو آپنے فرمایا نہ کیا کرو (یعنے نہ پڑھا کرو) اسکو امام طحاوی نے
روائیت کیا ہے۔ واضح ہو کہ اسی حدیث کے بعض روائیت میں
اخیر اس حدیث کے جملہ الا بام القران بھی آیا ہے۔ لیکن اوسکو بیہقی
نے سنن کبرے مین غیر محفوظ فرمایا ہے۔ علے ما قال الحافظ فی
التلخیص اس حدیث میں صاف طور پر قرائیت خلف الامام سے
ممانعت کیگئی ہے اور حقیقت میں وہ قصہ نماز فجر کا جو حدیث عبادہ
مین آیا ہے لا تفعلوا تک صحیح ہے۔ جملہ استثنائیہ بالکل صحیح نہین۔
پانچوین دلیل اخرج البخاری فی صحیحہ عن ابن عباس قال قرء النبی
صلے اللہ علیہ وسلم فیما امر و سکت فیما امر وما کان ربک نسیاء
ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ابن عباس فرماتے ہیں کہ پڑھا
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان نمازونمیں جو امر کئے گئے اور چپ رہے
ان نمازونمیں جو امر کئے گئے اور نہیں تھا اب تیرا بھولنے والا اس
حدیث صحیح سے یہ معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعض
نمازون میں چپ رہنے کے ماموٗر تھے اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کونسی
نماز ہے جسمین آپ چپ رہنے کے ماموٗر تھے۔ پس ہمنے دیکھا کہ جب
آپ اکیلے نماز پڑھتے۔ تو اسمیں بھی قرائیت پڑھتے۔ اور جب
امام ہوتے تو بھی قرائیت پڑھتے۔ باقی مقتدی ہونیکی حالت میں
آپکا قرائیت پڑھنا ثابت نہیں ہوا تو ہمنے معلوم کرلیا کہ وہ نماز
جسمیں آپ سکوت کے ماموٗر تھے یہی اقتدا کی حالت کی نماز ہے
پس ہمکو بھی ایسا ہی چاہیئے کہ حالت اقتدا میں چپ رہین۔ قرائیت
نہ پڑھیں۔ جو لوگ اس حدیث کے معنے اونچی اور آہستہ پڑھنا کرتے

ہیں وہ ظاہر کا خلاف کرتے ہیں سیلا قرینہ صارفہ دونو جگہ مرتکب مجاز
ہوتے ہیں علاوہ اس کے خود حضرت ابن عباس کو یہ معنے پسند نہیں
کماقی روائیت مسند احمد جیسے کہ ہم نے مباحثہ بھلولہ مین مفصل بیان کیا
ہے۔ ہاں جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ ابن عباس کا مذہب سریہ نماز و نمین
ترک قرائیت تھا اور اس حدیث میں اُس نے اپنا مذہب بیان کیا
ہے تو البتہ اُنہوں نے ایک علمی بات کہی ہے لیکن عند التحقیق یہہ بات
بھی غلط ہے کیونکہ بغوی نے معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس سے
زیر آئیت۔ واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفۃ کے نقل کیا ہے قال
ابن عباس یعنی بالذکر القراءۃ فی الصلوٰۃ یرید یقرء سرا فی نفسہ تضرعا
وخیفۃ ای خوفا من ان یتضرع الی ویخاف منی ھذا فی صلوٰۃ السر وقولہ
دون الجھر من القول اراد فی صلوٰۃ الجھر لا تجھر جھرا شدیدا بل خفض
وسکون یسمع من خلفك انتھی مختصراً نیز وہ روائیت ابن عباس سے
جو کہ ابن ماجہ میں مذکور ہے جسمیں یہ ذکر ہے کہ رسول خدا صلعم نے وہاں سے
اگر قرائیت شروع کی جہاں تک ابوبکر پہنچا ہوا تھا صاف دلالت کرتی
ہے کہ ابن عباس کا مذہب نماز سریہ میں ترک قرائیت نہ تھا یہ روائیت
مفصلا مباحثہ بھلولہ میں لکھی گئی اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے احکام
المرام میں لکھا ہے کہ وہ نماز ظہر تھی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ابن عباس
نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی قرائیت کا نماز ظہر میں ذکر کیا ہے۔ پس
کیا یہ محال نہیں کہ ابن عباس جیسا صحابی آنحضرت سے قرائیت سری
نماز میں روائیت کرے اور پھر اپنا مذہب ترک قرائیت رکھے اور
سوا اُس کے اور روائیتیں بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس کا

یہ مذہب ہرگز نہیں تھا کہ نماز سریہ میں کچھ نہ پڑھا جاوے۔ پس صاف
معلوم ہوا کہ سکت فیما امر میں ابن عباس نے نماز مقتدی کی مراد لی ہے
(وھو الصحیح) علاوہ اس کے اگر ہم مان لیں کہ ابن عباس کا مذہب
ترک قرائت سریہ نمازوں میں ہے مطلقاً امام ہو یا ماموم یا منفرد اور حدیث
بخاری میں اُس نے اپنا مذہب بیان کیا ہے تو لامحالہ یہ ماننا پڑیگا
کہ حدیث مرفوع متصل صحیح سے جو بخاری کی روایت سے ہو ظہر و
عصر میں ترک قرائت (فاتحہ وغیرہ فاتحہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
ثابت ہے۔ پس ہر نماز کے واسطے فاتحہ کی ضرورت ثابت نہ ہوگی اور
باطل ہوگا قول اُن لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ بغیر فاتحہ کے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کوئی نماز پڑھنا ثابت نہیں اگرچہ بخاری کی دوسری روایت
ظہر و عصر میں قرائت کا پڑھنا ہی آپ سے مروی ہے مگر پھر اس حدیث اور
اُن روایات میں اسطرح تطبیق دیگئی ہے کہ کبھی آپ نے ظہر و عصر میں قرائت
پڑھی اور کبھی سکوت کیا نہ پڑھی اگر اسطرح تطبیق نہ دی جاوے تو یا دونو
حدیثیں بحکم اذا تعارضا تساقطا ساقط کی جائیں گی۔ اور یا ایک غلط
سمجھی جائے گی **وھو کما تری** (**چھٹی دلیل**) عن جابر قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ
قراءۃ رواہ احمد بن منیع فی مسندہ و الامام محمد فی موطاہ والطحاوی
والدارقطنی فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ہو واسطے
اس کے امام پس قرائت امام کی اسی شخص کی قرائت ہے امام محمد
نے کتاب الآثار میں یہ قصہ بھی نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے نماز پڑھائی اور ایک آدمی پیچھے آپ کے پڑھتا تھا۔ تو ایک اور

صحابی نے اوسکو امام کے پیچھے قرائت پڑہنے سے منع کیا اُس نے
کہا کیا تو مجھے منع کرتا ہے آنحضرت صلعم کے پیچھے پڑہنے سے پس
اُن دونوں کا آپسمیں تنازعہ ہوا یہاں تک کہ رسول علیہ السلام کی
خدمت میں یہ واقعہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا جو شخص نماز پڑہے پیچھے
امام کے پس تحقیق قرائت اسکی قرائت ہے واسطے اوس شخص
کے۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اگر اس
کے بعض طرق اسکے نہایت قوی ہیں چنانچہ طریق احمد بن منیع و
امام محمد میں کسی طرح کا خلل نہیں۔ البتہ ضدی متعصب کے سامنے
معجزہ شق القمر بہی مفید نہ ہوا۔ چہ جائیکہ یہ حدیث اس حدیث کے
بعض طریق میں جابر جعفی ہونیسے تمام طرق کسطرح ضعیف ہو سکتے
ہیں۔ جس مجہول کو اتنی خبر ہی نہیں کہ سوائے جابر جعفی کے اُس کا اور بھی
کوئی طریق ہے یا نہیں تو وہ اس حدیث کا کیا جواب دے سکیگا
ساتوین دلیل اخرج الطحاوی والدارقطنی عن جابر بن عبد اللہ
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلے رکعۃ فلم یقرء بفاتحۃ
الکتاب فلم یصل الا وراء الامام یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے جو شخص پڑہے ایک رکعت اور نہ پڑہے الحمد پس اس
نے نماز نہیں پڑہی مگر امام کے پیچھے یعنی اسوقت یہ حکم نہیں اس
حدیث کو امام ترمذی نے موقوفا روایت کر کے حسن صحیح فرمایا
بیہقی نے فرمایا ہے ھذا ھو الصحیح عن جابر من قولہ وقد رفعہ
یحیے بن سلام وغیرہ عن مالک انتہی پس موقوف مین تو کچھ کلام
نہیں البتہ اس کی رفع میں کچھ کلام ہے میں کہتا ہوں کہ بیہقی کے قول

سے معلوم ہوا کہ بجز یحیی بن سلام اور بھی کسی راوی نے اس کو مرفوع کیا ہے یحیی کو اگرچہ دارقطنی نے ضعیف کہا ہے لیکن ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے وقال ابو حاتم الرازی صدوق وقال ابو زرعة وبما وھم وقال ابن عدی یکتب حدیثه مع ضعفه اور فاضل لکھنوی نے غیث الغمام میں لکھا ہے ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال وبما اخطاء وقال سعید البروعی قلت لابی زرعة فی یحیی بن سلام فقال لاباس به وبما وھم انتہی عن لسان المیزان پس اسکی حدیث درجہ حسن سے کم نہ ہوگی۔ حالانکہ بیہقی کے قول سے معلوم ہو چکا ہے کہ رفع کرنے میں یحیی اکیلا نہیں جوہر النقی میں لکھا ہے قلت ذکر البیہقی فی الخلافیات انه روی عن اسمعیل بن موسی السدی ایضا عن مالک مرفوعا واسمعیل صدوق وقال النسائی لیس به باس انتہی تو معلوم ہوا کہ اسمعیل نے بھی اس حدیث کو مرفوع کیا ہے پس یہ حدیث قابل حجت ہوگی آٹھوین دلیل) عن ابن عمر قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلی وحدہ فلیقرء قال وکان عبد اللہ لا یقرء خلف الامام رواہ مالک فی الموطا حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جب کوئی تم سے نماز پڑھے امام کے پیچھے تو اس کو امام کی قرائت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو پڑھے کہا راوی نے عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قرائت نہیں پڑھتے تھے یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ کیا یہ تعجب نہیں کہ حدیث لاصلوۃ میں مقتدی شامل ہو اور پھر عبداللہ بن عمر جیسے صحابی کو خبر نہ ہو وہ تارک قرائت خلف الامام ہی رہے فافهم

نائویں دلیل وعن عبد اللہ بن مقسم انہ سال عبد اللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ فقالوا لا یقرء خلف الامام فی شئی من الصلوات رواہ الطحاوی وسندہ صحیح عبد اللہ بن مقسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ صحابیوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں نہ قرایت کی جاوے دسویں دلیل عن ابن اکیمۃ قال سمعت اباھریرۃ یقول صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ صلوٰۃ نظن انہا الصبح فقال ھل قرء منکم احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القراٰن رواہ ابن ماجۃ وسندہ صحیح اور اس حدیث کو امام مالک نے بھی روایت کیا اور اسمیں یہ لفظ زیادہ ہے فانتھی الناس عن القرائۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقرائۃ حین سمعوا ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن اکیمہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ابو ہریرہ کو کہتے ہے کہ نماز پڑھائی رسولخدا صلعم نے اپنے اصحاب کو ایک نماز کو ہم گمان کرتے ہیں کہ وہ صبح تھی پس کہا رسول علیہ السلام نے کیا پڑھتا ہے تم سے کسی نے کہا ایک مرد نے میں یارسول اللہ پڑھتا ہے تو آپ نے فرمایا میں کہتا تھا کیا ہوا ہے مجھ کو چھینا جاتا ہے مجھسے کلام اللہ کہا ابن شہاب یا ابو ہریرہ نے موقوف کیا قرایت کو حضرت کے پیچھے نماز جہری میں جب سے یہ حدیث سنی آپ سے یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور آیت شریف کے موافق ہے اس مقام پر بعض ناواقفوں نے یہ شبہ کیا ہے

کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ زور سے قرائت نہ پڑھو یہ مطلب
نہیں کہ آہستہ بھی نہ پڑھو کیونکہ آہستہ قرائت میں منازعت نہیں ہوتی
تو جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ علامہ زرکانی اس حدیث کی شرح میں
لکھتے ہیں قال عبد الملک ای اذا جہرت بالقراءۃ فان قرءتم ورائی فکانما
تنازعونی فی القرآن الذی اقرء ولکن انصتوا وقال الباجی ومعنی مناز
عتھم لہ ان لا یفردوہ بالقراءۃ ویقرؤا معہ یعنی کہا ابو عبد الملک نے
کہ جب میں نے پڑھا زور سے پس اگر تم نے میرے پیچھے پڑھا تو گویا جھگڑا
کیا قرآن میں جسکو میں پڑھتا ہوں لیکن چپ رہو تم لوگ اور کہا
باجی نے منازعت کے معنے ان کے ساتھ یہ ہیں کہ ان کو تنہا نہ پڑھنے
دیں اور ان کے ساتھ خود بھی پڑھیں پس معنے منازعت کے
ہر حالت میں پائے جاتے ہیں خواہ مقتدی زور سے پڑھے خواہ
آہستہ سے یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے یہ حدیث سنکر قرائت پڑھنا نماز
جہری میں چھوڑ دیا۔ علاوہ اس کے یہ کسی حدیث سے ثابت
نہیں ہوتا کہ اس مقتدی نے اونچی قرائت پڑھی تھی بلکہ آنحضرت
کا یہ فرمانا۔ ہل قرء منکم قرینہ ہے اسبات پر کہ اس شخص نے آہستہ پڑھا
تھا ورنہ استفہام کے طور پر آپ نہ فرماتے۔ اور یہی لفظ قرء ہے
جہر نہیں بہرحال جہر مراد لینا صحیح نہیں پس منازعت قرائت سریہ
جہریہ دونوں میں ہو سکتی ہے۔ اور یہ بات کہ صحابہ نے نماز جہریہ میں
قرائت چھوڑ دی سریہ میں نہ چھوڑی۔ اگر تسلیم بھی کریں تو یہ صحابہ
کا فہم ہے۔ لیکن غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پس منع ہے
مطلقاً کیونکہ مالی انازع القرآن عام ہے قرائت سریہ ہو یا جہریہ

پس پیغمبر صاحب کی غرض صحابہ کے فہم پر مقدم ہے۔ اگر تسلیم کیا جائے تو بھی حنفیہ کے دعوے کی ایک جز تو ثابت ہو چکی کہ نماز جہریہ میں قرائت خلف الامام کی ممانعت اس بخوبی ثابت ہوئی سورت فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت ہو اور نماز سریہ میں قرائت خلف الامام کا منع ہونا اس دعوئی کے دلائل الگ مستقل ہیں جو کچھ پیچھے گذرے۔ اور یہ شبہ کہ اس حدیث کا مدار ابن اکیمہ پر ہے۔ مدفوع ہے اسطرح کہ طحاوی نے بطریق امام اوزاعی روایت کیا ہے اسمیں ابن اکیمہ نہیں علاوہ اس کی مسند امام احمد میں یہی حدیث حضرت عبداللہ بن بحینہ سے بھی آئی ہے اس میں بھی ابن اکیمہ نہیں۔ فثبت ما قلنا۔

تنبیہ) واضح ہو کہ قصہ نماز فجر کا یعنی پوچھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو کہ کیا تم میرے پیچھے پڑھتے ہو الی آخر القصہ ابوہریرہ و عبداللہ بن بحینہ و عبادہ و انس و عبداللہ بن عمرو نے روایت کیا ہے اب ہم کو دیکھنا منظور ہے کہ آیا یہ قصہ اسطرح صحیح ہے جسطرح عبادہ نے روایت کیا ہے یا اوسطرح صحیح ہے جیسطرح ابوہریرہ نے روایت کیا ہے۔ پس دو حال سے خالی نہوگا واقعہ واحد ہوگا۔ یا متعدد اگر یہ واقعہ متعدد ہے۔ یعنی ابوہریرہ و عبداللہ بن بحینہ و انس کا واقعہ اور ہے اور عبادہ و عبداللہ بن عمرو کا واقعہ اور تو ہم کہیں گے ابوہریرہ متاخر الاسلام ہے جو سنہ سات میں مسلمان ہوا پس اگر حدیث عبادہ کی صحیح تسلیم کی جاوے تو وہ مقدم ہوگی اور حدیث ابوہریرہ یعنی حدیث منازعت مؤخر پس اگر حدیث عبادہ سے اجازت قرائت خلف الامام ہے تو حدیث ابوہریرہ سے اُس اجازت کی ممانعت ثابت ہوگی۔ کیونکہ یہ موخر ہے اور اگر واقعہ واحد ہے تو قصہ ہی طرح ہے

حدیث انس بروایت طحاوی و عبداللہ بن بحینہ و ابو ہریرہ میں جملہ استثنائیہ
نہیں تو معلوم ہوا کہ یہہ جملہ محمد بن اسحٰق یا نافع یا مکحول یا کسی دوسرے کا زیادہ
کیا ہوا ہے۔ جو ہرگز صحیح سند سے ثابت نہیں پس ثابت ہو گیا کہ یہہ قصہ اسی
طرح صحیح ہے جسطرح ابو ہریرہ وغیرہ نے روایت کیا۔ اخیر میں اس امر کا بیان
کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض نادانوں نے یہ قاعدہ سمجھ رکھا ہوا ہے کہ جو
فعل رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر کیا ہو نہ ترک کیا ہو نہ منع کیا ہو
تو وہ فعل فرض ہوتا ہے اس قاعدہ کا غلط ہونا اہل علم پر تو مخفی نہیں ہے
مگر مجھے زیادہ تعجب اُن علماء پر ہے جو ایسے رسالے دیکھتے اور سنتے ہیں
جنمیں اس قسم کی سیکڑوں غلطیاں ہوتی ہیں پھر اُس مؤلف کے لحاظ کے سبب
یا مذہبی رعایت کیواسطے حق کہنے سے اغماض کرتے ہیں اور بیجا تعریف کرکے
گویا مؤلف کو لغویات لکھنے پر مستعد کرتے ہیں اعاذنا اللہ منہ حالانکہ وہ خود
آمین بالجہر اور رفع الیدین وغیرہ افعال کو آنحضرت صلعم کا دوامی فعل سمجھتے
ہیں پھر اس کو فرض نہیں کہتے۔ بلکہ کئی دفعہ خود بھی یہ افعال عمل میں نہیں لاتے
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے عقیدہ کے موجب فرض کے تارک ہوتے
ہیں اور یہ قاعدہ اُنھوں نے اسلئے تراشا۔ تاکہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہو۔ حالانکہ
فاتحہ کا پڑھنا۔ اس قاعدہ کے مطابق بھی فرض نہیں بن سکتا۔ کما سیجیئ
اور بعض کہتے ہیں کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ فاتحہ پڑھو۔ اور کچھ آگے آئت کوئی
اسواسطے امام اور اکیلے کو فاتحہ اور کچھ اور بھی سورت بڑی یا چھوٹی پڑھنی
چاہئیے فاتحہ فرض ہے۔ ہمکین تعجب ہے۔ کہ یہ حدیث جو اس بعض نے بیان کی
ہے وہی لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بام القراٰن فصاعدًا ہے۔ اب اس حدیث

سے کسطرح مقتدی کو نکال لیا۔ پھر اگر اس سے مقتدی نکل گیا۔ تو جس حدیث مین زیادت ذصاعدا ہنیں اسمیں کیوں داخل رہگیا۔ حالانکہ یہ دونو حدیثیں ایک ہی ہیں پس معلوم ہوا کہ جسطرح اس سے مقتدی خارج ہے۔ اسی طرح اس سے بھی خارج ہے۔ علاوہ اس کے اس ناواقف کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ رسول علیہ السلام سے گو اکثر یون ہی مروی ہے کہ آپ رکعتین اولیین میں حالت امامت وانفراد مین فاتحہ مع سورت پڑھا کرتے ہے مگر بعض اوقات بیان جواز کے لیئے سورت کو ترک فرما کر فاتحہ پر بھی اکتفا کرتے۔ اور بعض اوقات فاتحہ کو ترک فرما کر سورت پر اکتفا فرماتے تاکہ اُمت کو معلوم ہوجائے کہ مطلق قرائت جو کہ فرض ہے صرف سورت پڑہنے سے بھی ادا ہوجاتی ہے اور صرف فاتحہ پڑہنے سے بھی۔ دیکھیئے حافظ ابن حجر فتح الباری ﺻ ۲۰۶ مین فرماتے ہیں۔ ولابن خزیمة من حدیث ابن عباس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قام فصلی رکعتین لم یقرء فیہما الا بفاتحة الکتٰب۔ یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی نہ پڑھا ان دو رکعتو نمین کچھ مگر فاتحہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ آپنے سورت ترک فرمائی اور صرف الحمد پر اکتفا کیا۔ اور ابو داؤد میں بروائت حذیفہ مروی ہے۔ انہ رائ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فکان یقول اللہ اکبر ثلثا ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة ثم استفتح فقرء البقرة ثم رکع الحدیث یعنے حذیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی نماز پڑہتے دیکھا۔ پس کہتے آنحضرت صلعم کہتے اللہ اکبر تین دفعہ ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة پھر سبحانک اللھم پھر سورہ بقرہ پڑہتے آخر حدیث تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورہ کا ثنا

مسلم نے بیان جواز کیواسطے ایسا ہی کیا یعنے بعد استفتاح سورۂ بقرہ
شروع کردے الحمد کو ترک فرمایا تاکہ لوگ اس کو فرض نہ خیال کرلیں صحیح
مسلم میں عبداللہ بن سائب سے مروی ہے قال صلے لنا النبی صلے اللہ علیہ
وسلم الصبح بمکۃ فاستفتح بسورۃ المؤمنین حتی جاء ذکر موسیٰ وھرون الحدیث
صحیح بخاری میں یوں آیا ہے ویذکر عن عبد اللہ بن السائب قرأ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم المؤمنون فی الصبح الحدیث یعنی عبداللہ بن سائب فرماتے
ہیں کہ نماز پڑھائی ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی مکہ میں پس شروع
کیا آپ نے نماز کو ساتھ سورت مومنین کے تاکہ موسیٰ وھرون کا ذکر آیا
تو آپ کو کھانسی نے پکڑ لیا۔ یعنی کھانسی شروع ہوگئی تو آپنے رکوع کیا نیز
صحیح بخاری میں ہے۔ عن انس کان رجل من الانصار یؤمھم فی مسجد قبا
وکان کلما افتتح سورۃ یقرء بہا لھم فی الصلوۃ مما یقرء بہ افتتح بقل ھو اللہ
احد الحدیث یعنی حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک شخص انصاری مسجد میں
امامت کراتا تھا۔ اور تھا وہ جب شروع کرتا سورۃ کو جو کہ پڑھتا اس کو واسطے
ان کے نماز میں انمیں سے کہ پڑھا جاتا ہے ساتھ اس کے تو شروع کرتا
ساتھ قل ھو اللہ احد کے۔ آخر حدیث تک اس حدیث میں بھی فاتحہ کا
ذکر نہیں بلکہ شروع قل ھو اللہ کے ساتھ ہے۔ اور یہ قصہ آنحضرت کے
سامنے پیش ہوا۔ اور آپنے منع نہ فرمایا۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث
کے نیچے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں صریح دلیل ہے۔ کہ فاتحہ نماز میں
شرط نہیں اور یہ معنے کہ شروع کرنا بعد فاتحہ کے مراد ہے ظاہر کے
خلاف ہے۔ اور اس حدیث ابن عباس جسمیں رسول علیہ السلام کی نماز بجماعت
رات کا ذکر ہے جو ساحۃ بھلولہ میں درج کیگئی ہے اس سے ترک الحمد

آنحضرت صلعم سے ثابت ہوتا ہے یعنے رسولخدا صلعم نے وہاں سے اگر قرائت شروع کی جہاں تک ابوبکر پہنچا ہوا تھا۔ اور دار قطنی مین تصریح ہے کہ ابوبکر سورت پڑھ رہا تھا جس سے ترک الحمد ثابت ہوا پس معلوم ہوا کہ مطلق قرائت نماز مین فرض ہے۔ کوئی خاص سورت یا الحمد فرض نہیں۔ علاوہ اسکے یہ شبہ کہ امام و منفرد کو ترک الحمد حنفیہ کے نزدیک بھی مکروہ تحریمہ ہے۔ پھر آنحضرت نے باوجود امام یا منفرد ہونے کے کیوں ترک کیا۔ تو جواب اس شبہ کا یہ ہے۔ کہ بیان جواز کے لیئے آنحضرت صلعم نے ایسا کیا[۱]۔ امام و منفرد کو سورت کا ضم کرنا خود معترض فرض مانتا ہے۔ حالانکہ رسول علیہ السلام سے ترک سورت ثابت ہے پس باوجود فرض ہونے فاتحہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سورت کو ترک کیا تو کیوں کیا۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا ✦ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

دفع الثقلین عن رفع الیدین

یہ مسئلہ ہمنے یوں لکھا تھا۔ کہ کسی حدیث صحیح متصل سے آنحضرت کا وفات شریف تک رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ اور خلفاء اربعہ کا رفعیدین بھی بسند صحیح مروی نہیں۔ اس کے جواب مین ہزاروی نے ایک پرچہ میں لکھا کہ ابوحمید رض نے یہ کہین نہیں فرمایا کہ اگر سچے ہو تو اس کا یہ قول بسند صحیح تحریر کرو۔ اس کے جواب مین ہزاروی نے ✦

[۱] چنانچہ بول بحالت قیام جو آنحضرت صلعم سے ثابت ہے۔ عرف الجادی مین جو کہ صدیق حسن کی فرزند کے نام مشہور ہے لکھا ہے کہ بول کھڑے ہو کر کرنا مکروہ ہے اور کرنا اس مکروہ کا آنحضرت صلعم سے بیان جواز کے لیئے جائز ہے ۱۲ منہ ✦

یہ حدیث [۱] لکھی حدثنا احمد بن حنبل اخبرنا ابو عاصم بن مخلد ح وحدثنا

مسدد اخبرنا یحیی وھذا حدیث احمد قال اخبرنا عبد الحمید یعنی ابن

جعفر اخبرنی محمد بن عمرو بن عطا قال سمعت ابا حمید الساعدی فی عشرۃ

من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم منھم ابو قتادۃ الحدیث اخرجہ ابو داؤد

تان صفحہ ۷ میں اسکا جواب بچند وجوہ دیا گیا (۱) یہ کہ اسکی سند میں عبد الحمید

بن جعفر ہے۔ اسکو تقریب میں صدوق رمی بالقدر وربما وہم لکھا ہوا ہے

اور میزان میں اگرچہ کچھ ثقاہت بھی ہے۔ لیکن ابو حاتم سے لا یحتج بہ اور

سفیان سے ضعیف لکھا ہے (۲) سوائے عبد الحمید کسی نے محمد بن

عمرو کا سماع ابی حمید سے ذکر نہیں کیا پس یہ حدیث متصل نہ ہوئی اس

لیئے کہ اسمیں ابو قتادہ کا ذکر ہے۔ اور وہ اس سے پہلے فوت ہو گیا تھا (۳)

اس میں یہ ذکر ہی نہیں کہ رفع یدین آنحضرت کا آخر عمر تک کا فعل ہے

(۴) کان مستلزم دوام نہیں پس اس حدیث سے دوام رفع تا وفات

سمجھنا صحیح نہیں۔ وجہ اوّل کا جواب شیخ نے صیانت میں کچھ نہیں دیا

البتہ میزان کی عبارت نقل کر کے حسب عادت برا بھلا لکھکر بزعم فاسد خود

صیانت صہ ۱۲ میں ہماری خیانت ثابت کرتا ہے۔ مگر جب اسکا معقول جواب

لاحول صہ ۹ میں دیا گیا۔ اور اسکا یہ اعتراض رفع کیا گیا۔ بلکہ ہزاروی کی

خیانت بہ نسبت ترجمہ عاصم و سماک ظاہر کیگئی تو شیخ صاحب نے است

صہ ۲ میں اسکی خیانت تسلیم کر لی لکھتے ہیں۔ عاصم کی نسبت صاحب سیف

نے کچھ نہیں لکھا۔ میں کہتا ہوں پھر کیوں اس کی ثقاہت نقل نہ کی ا

سہ [۱] واضح ہو کہ اس حدیث اور قول ابی حمید میں بڑا فرق ہے شکر ہے کہ مجیب اور اس کے

جواریین ابو حمید کا یہ قول کہ رفع یدین آنحضرت کے آخر عمر تک کا فعل ہے۔ نہیں نکال سکے

بلکہ صہ ۶۸ میں مان لیا لکھتا ہے بیشک جناب من ابو حمید نے بالکل نہیں فرمایا۔ ۱۲ منہ

اور اگر اس نقل سے اُسکی تضعیف مُراد نہ تھی تو کس فایدہ کیواسطے نقل نہ کیا پھر لکھتا ہے کہ سماک کی جرح بھی مہمل ہے میں کہتا ہوں کہ ہمارا اعتراض تو یہ تھا کہ صاحب سیف نے کیوں خیانت کرکے سماک کے ترجمہ کی پوری عبارت نقل نہ کی اسکا تو تم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ کچھ اور ہی ہانک دیا۔ **قولہ**۔ اس واسطے کہ سفیان کا اخذ اُس کے متغیر الحفظ ہونیسے پیچھے ثابت نہیں کیا میں کہتا ہوں یہ جرح کی مہمل ہونیکے بڑی عمدہ علت بیان کی ہے۔ سبحان اللہ قربان جائیے آپ کی لیاقت پر **قولہ** یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ اُسکی توثیق ہے۔ اور ضعف اُسکا درجہ اعتبار سے ساقط۔ میں کہتا ہوں کیا ذہبی نے میزان میں بہ نسبت عبدالمجید کچھ ثقاہت اور کچھ ضعف بیان نہیں کیا؟ اگر ضعف بھی لکھا ہے۔ تو تمہارا بالکل غلط کہنا بالکل غلط ہے۔ اور جیسے تم کہتے ہو کہ ضعف اس کا درجہ اعتبار سے ساقط ہے ہم کہتے ہیں کہ ثقاہت اُس کی درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ دیگر ہم نے جو عبدالحمید کی نسبت تقریب سے (رمی بالقدر و ربما وہم) لکھا تھا۔ اس کا جواب تو شیخ نے است مبین بھی نہیں دیا۔ اور جو ہمنے میزان سے سُفیان کا ضعیف اور ابو حاتم کا لا یحتج بہ کہنا نقل کیا تھا اس کا جواب است ص۲۶ میں یوں دیتا ہے۔ سفیان نے اُسکی تضعیف کسی حسد کے واسطے کی۔ میں کہتا ہوں سفیان کا ضعیف کہنا تو تمنے تسلیم کیا۔ اب آپ جب تک سُفیان اور عبدالحمید میں باہمی عداوت وحسد ثابت نہ کریں آپ کا یہ قول مقبول نہ ہوگا بلکہ تمہارا حسد ثابت ہوگا۔ اور ابو حاتم کے لا یحتج بہ کہنے کی نسبت جو آپنے فرمایا ہے۔ کہ بصیغہ تمریض ہے۔ یہ آپ کی لیاقت علمی کا ایک بڑا عمدہ نمونہ ہے۔ بھلا جہاں صیغہ مجہول آیا صیغہ تمریض ہی ہوگا تبلائیے

اگر کسی راوی کی نسبت مقبول لکھا ہوا ہو تو اسکو بھی آپ صیغہ تمریض
ہی کہیں گے کسی اہل علم منصف مزاج سے حلفاً پوچھو کہ لا یحتج بہ صیغہ
تمریض ہے۔ یا صیغہ جروح ہے (برین عقل و دانش بباید گریست) مغالطہ
ص۱۱ ارے بے غیرت رسالہ صیانت میں میرا یہ فقرا برائے خدا نکال دو
(یعنے فقرہ میزان کی حدیث) ھذا یہ لیجئے گھبرائیے مت صیانت
ص۱۲ سطر ۲۰ کو پڑھیئے اور اپنی لعنت کی آپ ہی موڑ دیئے جھوٹے پر
خدا کی لعنت) مغالطہ ص۱۱ ارے میاں نسائی نے کہاں کچھ کہا ہے
ہدایہ۔ حوصلہ کیجئے یوں ہی کپڑے مت پھاڑیئے مقدمہ شرح صحیح بخاری
کے ص۴۳۰ میں عبد الحمید کے ترجمہ میں لکھا ہوا ہے۔ قال النسائی مرۃ
لیس بالقوی لیجئے وہی نسائی ہے جنے لیس بالقوی کہا ہے اور سفیان
نے ضعیف اور ابو حاتم نے لا یحتج بہ اور امام طحاوی نے بھی ضعیف
کیا یہ لوگ محدث نہیں ہیں اور ابن مدینی کا کان یقول بالقدر کہنا
اور ابن حجر کا رمی بالقدر اور ساجی کا یہ کہنا۔ انما ضعف من اجل القدر
کیا اسکی قدریہ ہونیں کافی نہیں پس جبکہ عبد الحمید قدریہ بھی ہے اور
وہم کرتا ہے۔ سفیان اور طحاوی نے اسکو ضعیف بھی کہا ہے ابو حاتم
نے لا یحتج بہ بھی پھر اسکی حدیث کیسی صحیح ہو سکتی ہے۔ وجہ دوم کا
جواب شیخ نے صیانتہ میں یوں دیا کہ دوسری روائیتوں میں ابو قتادہ
مذکور نہیں معلوم ہوا کہ وہم راوی کا ہے۔ اگر صحیح ہوتا تو دوسری طرق
سے جو حدیثیں رفعیدین کے بارہ میں ائمہ حدیث لائے ہیں ان
میں بھی مذکور ہوتا دوسرا وفات قتادہ کی ص۵۳ میں ہوئی اور معرکہ
حضرت علی کا سنہ ۳۸ ہیں تو اس صورت میں بھی امکان لقا موجود ہے

اور قوی دلیل اس امر مین یہ ہے - کہ امام بخاری نے لفظ محمد بن عمرو کا ابی حمید سے ثابت کر دیا ہے ساتھ لفظ سمعت کے اور انہیں ابو قتادہ مذکور نہیں ہے اس تقریر مین شیخ نے تسلیم کر لیا ہے - کہ ذکر ابی قتادہ کا مخالف روایات ثقات سے ہے اسلیئے راوی کا وہم ہے - اسی بنا لاحول صفحہ ۹ مین لکھا گیا کہ جن روایتوں میں ابو قتادہ مذکور نہیں اور رفعیدین مذکور ہے - اُن میں محمد بن عمرو کا سماع بھی ابی حمید سے مذکور نہیں معلوم ہوا کہ سمعت بھی وہم راوی کا ہے یعنے جس روایت میں ابو قتادہ کا ذکر ہے - اسی میں محمد کا سمعت مذکور ہے پس جیسے ذکر ابی قتادہ وہم ہے - ویسی سمعت بھی وہم ہے - اب شیخ صاحب اپنی اس تحریر سے بھاگتے ہیں اب ہمنے اس احتمال سے طرف یقین کی عود کر لیا کیونکہ حدیث مین آیا ہے کلمۃ الحکمۃ[1] ضالۃ المومن الخ میں کہتا ہوں خیر آپ نے رجوع تو کر لیا - اب فرمائیے کہ آپکے اس قول کا اگر صحیح ہوتا ذکر ابی قتادہ تو دوسری طریق سے جو حدیثیں رفعیدین کی بارہ میں ائمہ حدیث لائے ہیں ان میں بھی مذکور ہوتا - کیا جواب ہے - اسکا جواب بھی تو دیا ہوتا دیکھیے بفضلہ تعالیٰ لاحول کا کہنا کہ جن روایتوں میں ابو قتادہ مذکور نہیں اور رفعیدین مذکور ہے - اُن مین محمد کا سماع بھی ابی حمید سے مذکور نہیں کیسا راست آیا ہے - کہ تم کوئی ایسی روایت پیش نہیں کر سکے جسمیں ابو قتادہ مذکور نہ ہو اور رفعیدین اور سمعت مذکور ہو ایک حدیث جو ابن حبان کی نقل کی ہے - اسمیں بھی ابو قتادہ مذکور ہے اور ہمنے تو یوں لکھا ہے کہ ابو قتادہ مذکور نہ ہوا - اور سمعت ہو ہمنے تو نشان

[1] یہ حدیث ضعیف ہے ترمذی نے اس حدیث کے اخیر مین لکھا ہے غریب لا نعرفہ الا من ہذا الوجہ وابراہیم بن الفضل المخزومی ضعف فی الحدیث انتہی ۱۲ منہ

میں تصریح کردی تھی کہ بجز عبدالحمید کسی نے تصریح سماع نہیں کیا پھر تمہارا وہی عبدالحمید کی روائیت پیش کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے قولہ کسی نے محمد کا سماع ابوحمید سے تسلیم۔ اقول کہاں اور کب یہ تمہارا بہتان ہے۔ قولہ ۵ کہا امام زیلعی نے واجاب البیہقی فی کتاب المعرفۃ میں کہتا ہوں بیہقی وہ شخص ہیں جنہوں نے امام شافعی کے مذہب کی اسقدر تائید کی کہ جب امام شافعی کے مخالف کوئی حدیث پائی جھٹ ضعیف کہدیا اور جب موافق ہو تو صحیح علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کی جلد ۲ ص ۵۴۹ میں فرماتے ہیں وعادۃ البیھقی المتصیح عند الاحتجاج لامامہ والتضعیف عند الاحتجاج لغیرہ شاید وہ لوگ جن کو علامہ عینی کی تقریر تیر کی طرح چبھتی ہے۔ اسکا لکھا تسلیم کریں لہذا ہم تذکرۃ الحفاظ سے بھی شہادت پیش کرتے ہیں۔ عن امام الحرمین ابی المعالی قال مامن شافعی الا وللشافعی علیہ منۃ الا ابابکر البیھقی فان لہ المنۃ علی الشافعی لتصانیفہ فی نصرۃ مذھبہ یعنی امام الحرمین فرماتے ہیں کہ کوئی شافعی مذہب نہیں مگر امام شافعی کا اسپر احسان ہے بجز بیہقی کے کہ بیہقی کا امام شافعی پر احسان ہے اسلیئے کہ اس نے امام شافعی کے مذہب کی نصرت میں کتابیں تصنیف کیں سو بیہقی نے اس مسئلہ میں بھی ویساہی معاملہ کیا ہے جیسا کہ اسکی عادت ہے علامہ عینی عمدۃ القاری جلد ۳ ص ۱۷۱ میں فرماتے ہیں۔ وقد نفی الشعبی سماعہ وھو امام فی ھذا الفن فنفیہ لنفی واثباتہ اثبات مبنی فنفیہ من جہۃ تاریخ وفاتہ انہ قال قتل مع علی کماذکرناہ وکذا قال الھیثم بن عدی وقال ابن عبد البر ھو الصحیح) یعنے شعبی نے محمد کے سماع کی نفی کی اور وہ

لہ کاش شیخ صاحب مسئلہ تراویح میں بھی بیہقی کی تحقیق پر عمل کرتے ۱۲ لہ شعبی وہ شخص ہے جسنے صحابہ کو پایا دیکھو تذکرہ ص ۷۴ ۱۲ منہ

اس فن میں امام ہے پس اس کا نفی کرنا نفی اور ثابت کرنا اثبات ہے
اور اس کا نفی سماع اس کی وفات کی تاریخ پر مبنی ہے جو اس نے کہا
ہے کہ قتادہ حضرت علی کے ساتھ قتل کیا گیا ہے جیسے ہم ذکر کر چکے ہیں
اور ایسا ہی کہا ہیثم بن عدی نے اور کہا ابن عبدالبر نے کہ یہی صحیح ہے
اور بھی شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی شرح ہدایہ صفحہ ۶۶ میں فرماتے
ہیں۔ القائل بانہ لم یسمع من ابی حمید ہو بین الحجۃ فی ہذا الباب وہو
قول الہیثم بن عدی وہذا اصححہ ابن عبدالبر فکیف یقول البیہقی ہذہ
روایۃ شاذۃ فلم لا یجوز ان تکون روایۃ البخاری شاذۃ بل ہی شاذۃ بلا
شک لان قولہ لا یرجح علی قول الشعبی والہیثم انتہی۔ اور یہ جو شیخ نے
صیانت میں لکھا تھا کہ قوی تر دلیل اس امر میں یہ ہے کہ امام بخاری نے
لقاء محمد بن عمرو کا ابی حمید سے ثابت کر دیا ہے ساتھ لفظ سمعت کے
اور رہا میں ابو قتادہ مذکور نہیں ہے پھر لاحول میں پوچھا گیا کہ وہ بخاری کی حدیث
لکھو جسمیں محمد بن عمرو نے سمعت بھی کہا ہو اور رفع یدین خصوصاً ہکذا
کان یصلی ہی ہو اس کے جواب میں اسکتی صفحہ ۶ میں لکھتا ہے ابھی
ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں فقد حکم البخاری فی تاریخہ الخ میں کہتا ہوں صیانت
کی عبارت کو سوچو سمجھو اور اُسی کے مطابق کوئی ایسی بخاری کی حدیث
پیش کرو جسمیں محمد نے سمعت کہا ہو اور ابو قتادہ مذکور نہ ہو اور ہکذا
کان یصلی ہی ہو لیکن ایسی حدیث لاؤ کہاں سے عوام الناس کو دھوکا

ف۵ ترجمہ یعنے اسبات کا قائل کہ محمد نے ابی حمید سے نہیں سنا اسبات میں بین الحجۃ ہے اور وہ قول ہیثم بن عدی کا ہے۔ اور اُسکو ابن عبدالبر نے صحیح کہا پس کیسے کہتا ہے بیہقی کہ یہ روایت شاذ ہے کیوں نہیں جائز کہ روایت بخاری کی شاذ ہو بلکہ یہی شاذ ہے بلا شک کیونکہ بخاری کا قول شعبی اور ہیثم کے قول پر ترجیح نہیں پا سکتا۔ ۱۲ منہ۔

نے کیواسطے بخاری کا نام تو لے لیا۔ اور پیش کرنے کے وقت امام بخاری کی ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکے ناچار بیہقی کا یہ قول فقد حکم البخاری پیش کر دیا۔ اگر تمنے اخیر یہ قول پیش کرنا تھا۔ تو صیانت کی تالیف کے وقت کیوں نہ سوچ لیا وجہ سوم) کا جواب صیانت صـ۳۳ میں یوں دیتا ہے۔ درصورت تسلیم بھی اسمیں ذکر نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخر عمر تک کا فعل ہے یا کر کے چھوڑ دیا ہے اسکا جواب لاحول صـ۸ میں یوں دیا گیا کہ جبھی ہم نے رجوع بطرف خلفاء کیا جب حدیث سقول سیف سے آخر عمر تک فعل ہونا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تو ہمنے رجوع بطرف خلفاء کیا جب انسے بھی ثابت ہوا تو ہم نے سمجھ لیا کہ اگر یہ آخر عمر کا فعل ہوتا تو خلفاء سے ضرور ثابت ہوتا۔ اس کا جواب اسکی صـ۲۶ میں یوں دیتا ہے۔ کہ خلفاء کے برخلاف تمہارے پیغمبر نعمان کے کئی ایک فتاوے ہیں جنپر تمہارا عمل درآمد نہیں میں کہتا ہوں کوئی مسئلہ ہم نظیر رفع یدین نہیں فافہم قولہ لیجیے ہم خلفاء کا فعل اور روایت حدیث بھی دکھاتے ہیں۔ ترمذی حدثنا الحسن بن علی الخلال نا سلیمان بن داؤد الہاشمی نا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن موسیٰ بن عقبۃ عن عبد اللہ بن الفضل عن عبد الرحمن الاعرج عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی

سلہ اس قول کا جواب پیچھے گذرا ناظرین غور کریں کہ صیانت میں تو یہ دعوے کہ امام بخاری نے ثقہ محمد سے ساتھ لفظ سمعت کے ثابت کر دیا ہے اور اسمیں ابو قتادہ نہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کی طرف اشارہ ہے اور ضرورت کے وقت حدیث پیش نہیں کرتے اب ہم پوچھتے ہیں کہ تمہارا یہ قول اسمیں کسکی طرف اشارہ ہے وہ کیا چیز ہے جو تم نے لکھا ہے کہ اسمیں ابو قتادہ مذکور نہیں وہ حدیث ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ حدیث پیش کرو جسمیں ابو قتادہ مذکور نہیں اور سمعت اور یکذ کان یصلی ہو ۲ اس عبارت کی رکاکت معلوم کرو اسکا ظاہر مطلب ہے کہ امام اعظم کے کئی ایک فتاوے ہیں جو خلفاء کی طرف میں اور انپر عمل نہیں بلکہ امام اعظم کے ان مسائل پر تمہارا عمل نہیں جو خلفاء کے خلاف ہیں میں کہتا ہوں اگر

بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان الخ میں کہتا ہوں (اولاً) اس حدیث میں حضرت علی کی روایت ہے فعل اور روایت فعل کو مستلزم نہیں ثانیاً اسکی سند میں عبدالرحمن بن ابی الزناد ہے جسکو یحییٰ بن معین نے لیس بشئی لا یحتج بہ کہا۔ اور ایسا ہی ابو حاتم نے کہا اور نسائی نے ضعیف کہا۔ امام احمد نے مضطرب الحدیث اور ضعیف۔ پس باوجود ان جروح کے اسکی حدیث کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ ثالثاً۔ تقریب میں حافظ ابن حجر نے بعد صدوق لکھا ہے۔ تغیر حفظہ لما قدم بغداد یعنے جب عبدالرحمن بغداد آیا تھا۔ تو اس کا حافظ متغیر ہو گیا تھا۔ اب اس کے متغیر الحفظ ہونے سے پہلے سفیان کا اخذ ثابت کرو ورنہ دعوے صحت کی خیر مناؤ قولہ اخرجہ البیہقی عن عبد الرزاق قال ما رأیت احسن صلوٰۃ من ابن جریج اقول (اولاً) اسمیں جو اخذ ابن الزبیر صلوٰتہ عن ابی بکر الصدیق ہے اسکی سند کیا ہے عبدالرزاق کہتا ہے کہ ابن زبیر نے اپنی نماز ابو بکر سے سیکھی اور عبدالرزاق نے ابن زبیر کا زمانہ نہیں پایا پس اسے کیونکر معلوم ہوا اگر یہ کہو کہ یہ اسناد معنعن ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کی سند یوں ہونی چاہیئے قال ابن جریج اخذ تہ عن عطا قال عطا اخذ تہ عن ابن الزبیر و قال ابن الزبیر اخذ تہ عن ابی بکر۔ اگر یہ کہو کہ اسناد معنعن میں ان الفاظ کی ضرورت نہیں تو ہم کہیں گے پھر اسناد یوں چاہیئے۔ قال ابن جریج اخذت صلاتی

سلہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ روایت فعل کو مستلزم ہے اسپر دلیل لازم ہے وکیع اور سفیان کو دیکھا کہ باوجود کہ رفعیدین کے راوی ہیں لیکن فاعل نہیں اگر روایت فعل کو مستلزم ہوتی تو یہ بھی فاعل ہوتے ہمارا یہ کہنا کہ روایت فعل کو مستلزم نہیں لغایت قوی ہے دیکھو ایک آسان مثال سے سمجھاتا ہوں اگر تم یہ کہو فلاں شخص نے حج کیا فلاں نے مسجد بنوائی فلانے نے گالیں دیں فلانے نے یوں کہا تو اگرچہ تم ان سب افعال کے راوی تو ہو گئے لیکن اس سے لازم نہیں آتا کہ یہ کلام تم نے خود بھی کیے اگر روایت فعل کو مستلزم ہوتے تو لازم آتا کہ ان سب افعال کے تم بھی فاعل ہو سکتے معلوم ہوا کہ روایت فعل کو مستلزم

عن عطا عن ابن الزبیر عن ابی بکر الصدیق عن رسول اللہ پھر اخذ بن جریج عن عطا و اخذ عطا صلوۃ عن ابن الزبیر۔ کیوں نہ ہے جب یہ اسناد دونو طرح پر نہیں ہے تو اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ یہ اسناد معنعن نہیں بلکہ اس کی اسناد مذکور ہی نہیں کیونکہ ہر اخذ کا قایل عبد الرزاق ہے۔ اُس کو کس طرح معلوم ہے کہ فلاں نے فلاں سے نماز سیکھی اور فلاں نے فلاں سے ثانیا) ابن زبیر کا ابوبکر سے نماز سیکھنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ جسطرح ابن زبیر نماز پڑھتے تھے اسیطرح ابوبکر پڑھتے تھے دیکھیئے ابن زبیر بسم اللہ بالجہر پڑھتے تھے تو کیا ابوبکر اور آنحضرت بھی بسم اللہ بالجہر ہی پڑھا کرتے تھے۔ اگر ابوبکر اور آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم بالجہر پڑھا کرتے تھے۔ تو آپ اُس کے تارک کیوں ہیں آپ کیوں بالجہر نہیں پڑھتے۔ اگر یہ کہو کہ ابن زبیر نے ابوبکر سے صرف رفعیدین کرنا ہی سیکھا تو ہم کہیں گے یہ تمہارا قول غلط ہے کیونکہ الفاظ اصلی اخذ بن الزبیر صلوۃ عن ابی بکر ہیں اور ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ابن زبیر نے اپنی نماز ابی بکر سے سیکھی پس اگر رفعیدین بھی اسمیں داخل ہے تو بسم اللہ بھی ضرور داخل ہو گی اب جو جواب تم بسم اللہ کی بابت دو گے وہی رفع یدین کی نسبت سمجھ لو (ثالثا) علی سبیل المنترل اگر اس کو معنعن مان ہی لیں تو بھی معنعن بدوں ملاقات قابل حجت نہیں کما مر پس تم کو لازم ہے کہ ہر ایک راوی کا اپنے مروی عنہ سے لقا ثابت کرو (رابعا) اس میں ابن جریج ہے جسکو تقریب میں کان یدلس ویرسل

---

[1] حالانکہ غیر مقلدین نے اپنے تالیفات میں قرار کیا ہے کہ بسم اللہ بالجہر آنحضرت سے صحیح سند سے مروی نہیں اگر تم کہو کہ بسم اللہ بالجہر سنت ہے اگرچہ ہم عامل نہیں تو پھر ہمارا یہ قاعدہ ثابت ہو جائیگا کہ روائیت فعل کو مستلزم نہیں۔ ۱۲ منہ۔

لکھا ہوا ہے اور میزان میں مدلس اور نیز ذہبی نے حجاج بن ارطاۃ کے ترجمہ میں ابن جریج کو مدلسین میں شمار کیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۵۳ میں کان ابن جریج ثبتا لکنہ مدلس تعلیق المغنی صفحہ ۱۲۳ اور نصب الرایہ صفحہ ۲۰۴ میں بھی ابن جریج کو مدلس لکھا ہوا ہے پس اگر اسکو معنعن مانا جاوے تو ابن جریج اسمیں مدلس ہے اور مدلس کے معنعن بالاتفاق حجت نہیں **قولہ** صفحہ ۶ واخرجہ البیہقی ایضا عن ابن جریج عن الحسین بن مسلم بن بنان الخ **اقول** اولاً۔ اسمیں بھی ابن جریج مدلس ہے اور بلفظ عن روایت کرتا ہے پس حجت نہ ہوئی ثانیاً حسین بن مسلم بن بنان کی ثقاہت لکھو ثالثاً۔ یہ حدیث موقوف ہے اور موقوف تمہارے نزدیک حجت نہیں کما مر رابعاً۔ ہمارا اصل سوال یہ ہے کہ خلفاء اربع کا رفع یدین کرنا بسند صحیح ثابت کرو اس کے جواب میں دوسروں کا رفع یدین پیش کرنا سراسر نادانی ہے (**قولہ**) صفحہ ۲۶ قال البیہقی قد سمعنا الرفع فی الصلوٰۃ من حدیث ابی بکر الصدیق **اقول** حدیث ابی بکر وابی حمید کا جواب تو گذرا باقی جن صحابہ کا نام لکھا ہے ان کے فعل

(۱) واضح ہو کہ مؤلف استفسار نے مرتے مرتے گر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین کے واسطے ایک حدیث لکھی وہ بھی ضعیف نکلی اب حاشیہ پر لکھتا ہے کہ ہم کو آنحضرت کی صحابہ اکابر کا تو کی نسبت یہ خیال نہیں آتا کہ جس حدیث کو عمل نہ ہو اسکو وہ روایت کریں اس کو نہ کرتے ہوں بلکہ وہ لوگ آنحضرت کے قول و فعل کے دل و جان سے شائق ہی تھے میں لکھتا ہوں نہایت تعجب تو یہی ہے کہ خلفاء اربعہ باوجودیکہ آنحضرت کے قول فعل کے دل و جان سے شائق تھے پھر بھی رفع یدین کرنا انسے بسند صحیح ثابت نہیں اور تمہارا یہ خیال کرتے ہونگے ضعیف خیال ہے یہاں ہوں گے مانگنے سے کچھ نہیں ملتا کوئی صحیح سند ہے تو دکھاؤ یہ خیال ہمارا بھی ہے کہ جس فعل کو آنحضرت خلفاء روایت کریں ضرور کرتے ہوں گے کیونکہ عاشق سنت تھے اب ہم دیکھتے ہیں کہ رفع یدین کرنا انسے بسند صحیح ثابت نہیں ہوتا ضرور کوئی وجہ ہے ورنہ یہ عاشق سنت اس سنت کے کیوں تارک رہتے اور وہ وجہ بھی ہے کہ یہ فعل آنحضرت کی اخیر عمر تک کا نہیں ہے اس مقام پر بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ خلفاء کا عدم رفع و کیا ہے میں لکھتا ہوں مجھولوں کو کیوں سمجھ نہیں آتی جب رفع یدین کرنا ثابت نہ ہو تو عدم رفع کے ثبوت میں کیا کسر رہی رفع نہ ہوا تو اس کی جانب مقابل عدم رفع ہی ہے کچھ اور۔ دیکھو شیخ صفحہ ۲۰ میں لکھتا ہے اور دو التحیات کے جہر پڑھنے کا ثبوت ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملا اگر مجادی تو ادا کرنے میں تنہا ہے انتہے دیکھو شیخ صاحب نے درود اور التحیات کے آہستہ پڑھنے کی یہی دلیل لکھی ہے کہ اس کے جہر پڑھنے کے ثبوت نہیں پس اسیطرح خلفاء کے رفع یدین نہ کرنے کی یہی دلیل کافی ہے کہ ان کے رفع یدین کرنیکا ثبوت نہیں مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں سمجھو کہ یعنے ہم فاتحہ کو خلف الامام اسلئے نہیں پڑھتے

کی جب کوئی روایت لکھوگے تو دیکھا جاویگا۔ ہماری غرض تو خلفاء کے رفعیدین سے ہے اگر آپکے پاس کوئی اُن کے فعل کی روایت ہے تو پیش کرو قولہٗ صفحہ ۶۶ قال البیہقی وسمعت ابا عبد اللّٰہ الحافظ یقول الخ

اقول اولاً۔ اسمیں خلفاء اربعہ کی روایت کا ذکر ہے نہ فعل کا اور روایت اور فعل میں بڑا فرق ہے ثانیاً۔ تم نے خلفاء کی روایتوں کو بھی نہیں لکھا تاکہ اُن کی سند دیکھی جاوے حاکم تصحیح میں متساہل مشہور ہیں شیخ تقی الدین کا یہ فرمانا کہ حاکم کا جزم عشرہ کی روایت کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے نہایت ٹھیک ہے۔ مغالطہ مگر سنت رفعیدین پر سب کا اتفاق تھا۔ هذا یه اگر یہ حاکم کی کلام کا نتیجہ ہے تو یوں کہنا تھا کہ رفع یدین کی روایت پر نہ فعل پر۔ نیز ہم روایت کے بارہ میں لکھ آئے ہیں کہ صرف یہ کہدینا کہ اسکی روایت یا فعل پر اتفاق تھا۔ کافی نہیں جب تک باسند صحیح بیان نہ ہو۔ اگر اس کے فعل پر سب صحابہ کا اتفاق تھا۔ تو بتلائیے کہ ترمذی کے اس قول کے کیا معنے وبہ ٭ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم والتابعین قولہٗ صـ۶ قال الشیخ فی الامام اقول۔ اس عبارت کا ترجمہ تم نے صریح غلط کیا ہے تمہارے ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حاکم جزم کرتا ہے اس بات پر کہ روایت عشرہ کی میرے نزدیک جید نہیں حالانکہ معاملہ برعکس ہے یعنے حاکم ہی روایت عشرہ پر جزم کرتا ہے جسکی بابت شیخ تقی الدین فرماتے ہیں کہ اسکا جزم میرے نزدیک ٹھیک نہیں مغالطہ صفحہ ۶ یہ جملہ اصحاب ستائیس ہوئے سب جنلنے امام احمد بن حنبل رفعیدین سے قبل الصلوٰۃ

٭ یعنے عدم رفع کے قائل ہیں بہت اصحاب اور تابعین ۱۲۔

روائیت کرتے ہیں ہدایۃ یہ امام پر افترا ہے یہ تمہارا بہتان ہے امام احمد نے ان صحابہ سے کہاں روائیت کی ہے دیکھو تم نے یہاں کسقدر فریب بازی کی کہتے تو بیہقی ہیں اور ذمہ لگاتے ہو امام احمد کے نعوذ باللہ میں کیا کروں جاہلوں سے معاملہ پڑ گیا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں کا سبق دینا پڑتا ہے۔ سنو میاں یہاں ابو عبد اللہ سے مراد حاکم ہے۔ نہ امام احمد۔ الغرض ان کی روایات اور افعال کی سندیں لکھو۔ یوں ہی نام مت گنو۔ حسن کا یہ کہنا کہ صحابہ رفعیدین کرتے تھے اس سے کون ایسا مسلوب العقل ہے جو خلفاء اربعہ کا رفع یدین ثابت کرتا ہے۔ حسن نے تو شیخین اور بہتیرے صحابہ کو پایا ہے نہیں بفضل خدا تم لوگ خلفاء اربع کا رفعیدین بسند صحیح کبھی ثابت نہیں کرسکتے انشاء اللہ۔ مغالطہ صفحہ ۶ بیشک جناب من ابو حمید نے بالکل نہیں فرمایا۔ ہدایۃ تم صیانت صفحہ ۳ میں لکھ چکے ہیں کہ ابو حمید فرماتے ہیں کہ آنحضرت کا آخر عمر تک کا فعل ہے" اور یہاں آکر بیچ منہ سے نکل گیا اور خبر نہ ہوئی یعنے لکھدیا کہ بیشک جناب من ابو حمید نے بالکل نہیں فرمایا"۔ میں کہتا ہوں یہ تمہارے قول میں تعارض ہے **قولہ** دیگر صحابہ نے تصدیق کی **اقول** صحابہ کی تصدیق اور کہنا ہکذا کان یصلی یحیے بن سعید کی روائیت میں نہیں اسکو ابو عاصم نے زیادہ کیا اور یہ زیادت دوسرے ثقات سے مخالف ہے۔ اسکا مفصل حال پیچھے گذرا فلا نعیدہ **قولہ** یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ آنحضرت نے آخر عمر میں ترک کردیا تھا **اقول** بقرینہ عدم ثبوت فعل خلفاء رضی اللہ عنہم وجہ چہارم کا جواب صیانت میں یوں لکھتا ہے۔ دیکھو قرآن حضیض البیان کی آیات بینات کو ما کان اللہ لیضیع ایمانکم الی اخر الآیات ان آیات کے معانی بدون دوام و استمرار کے ثابت کرکے دکھاؤ۔

انتہی ہم ناظرین کو اس تقریر کے سمجھنے کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ غور کریں
کہ ہمارا یہ لکھنا کہ کان مستلزم دوام نہیں یعنی یہ بات نہیں کہ جہاں کان بولا
جاوے دوام سمجھا جاوے کیسا ٹھیک تھا کہ شیخ نے بھی امت صفحہ ۶۸ میں
مان لیا لکھتا ہے کہ ہم نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ کان مستلزم دوام ہے
میں کہتا ہوں جب آپ کان کو مستلزم دوام نہیں مانتے تو آپ کا صفحہ ۶۷
میں یہ فرمانا کہ جناب من ھکذا کان یصلی سے دوام سمجھا ہے باطل ہو گیا
اب کسی اور تقریر کی حاجت ہی نہیں رہی جب کان مستلزم دوام نہیں تو
جیسے اُن احادیث میں جنمیں کان یصلی بھی تھا۔ اور دوام مراد نہیں ویسی
ہی حدیث رفع یدین میں دوام مراد نہیں اب سوائے کان کے اگر کوئی دلیل
دوام کی آپکے پاس ہی تو پیش کرو اور جو آپنے صفحہ ۶۹ میں لکھا ہے کہ رفع یدین
پر امر خارجی موجود ہے کہ صحابہ اس سنت کو ادا کرتے رہے۔ ٹھیک نہیں ہے
اسلئے کہ صحابہ تو رفع یدین بین السجدتین بھی کرتے رہے۔ حالانکہ رفع یدین
بین السجدتین کو مولوی اسمعیل دہلوی نے تنویر العینین میں سنت متروکہ
بالاجماع لکھا ہے اور نیز اگر صحابہ کرتے رہے ہیں تو پھر آپ کیوں خلفاء
اربعہ سے ثابت نہیں کر سکتے کیا معاذ اللہ یہ اصحاب سے ہے قولہ صفحہ ۶۹
ہمارا مطلب یہاں سنیت ثابت کرنیکا ہے۔ گو وہ فعل ایک مرتبہ ظہور میں
آگیا ہو۔ میں کہتا ہوں اب آپ رفع یدین کے دوام سے تو دست بردار
ہوگئے اور نہ کوئی دوام کی دلیل آپکو سوجھی لہذا تنگ آکر ایک مرتبہ کے فعل
سے ہی سنیت ثابت کرنے لگے اور نہ سوچا کہ سنت کی تعریف کیا ہے اور
آپ کیا کر رہے ہو۔ میں کہتا ہوں جیسے کہ غصہ ہو کر بولی کرتا ہے رد ائمہ شیخین

لہ جیسے حدیث کان یصلی وھو حامل امامۃ وکان یصلی النافلۃ ھو علی بعیرہ [illegible] ۱۲

آنحضرت سے تو بالکل خاموشی سے ثابت ہے اور منسوخ بھی نہیں تو کیا کھڑے کھڑے بول کرنا ثابت ہے اگر سنت ہے تو بیٹھکر بول کرنا کیا ہوگا اور سنو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ناصیہ پر مسح کرنا ثابت ہے۔ اور منسوخ بھی نہیں تو کیا ناصیہ پر مسح کرنا سنت ہے اگر سنت ہے تو فرمائیے سارے سر کا مسح کرنا کیسا ہوگا قولہ صفحہ ۱۷ منجملہ ان کے جب خبر وفات جعفر رضی اللہ عنہ کی آئی تو آپ نے فرمایا کہ جعفر کے اہل عیال کے واسطے کھانا تیار کر دو میں کہتا ہوں تاقیؔ ولا سنن ابن ماجہ کے صفحہ ۱۱۷ میں لکھا ہے قال عبد اللہ فمازال حتی سنۃ حتی کان حدیثا فترک یعنی عبد اللہ جو اس حدیث کے راوی ہیں کہیں فرماتے ہیں کہ یہ کام ہمیشہ طریقہ مسنونہ پر رہا یہاں تک کہ اثر منسوخ ہوگیا پس چھوڑا گیا لیجیئے صاحب مازال سے کونسا لفظ بڑھ رہا ہے۔ جو اس کی ہمیشگی پر دلالت کرے ثانیا آپکا فرمان عالی شان کھنعوا اس امر کی مشروعیت پر دلیل ہے کسی دوسرے کا فعل اگر ایسے ہی آپ ارفعوا ایدیکم کسی حدیث میں نکال دو تو ہم کبھی دوام کا ثبوت آپ سے نہ مانگیں ثالثا یہ اتفاقی مسئلہ اور رفع یدین ایسا نہیں رابعا۔ اہل میت کیلئے طعام بھیجنا ایسا ہے کہ اگر کوئی بھی اہل اسلام بھیجے تو دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے۔ بخلاف رفع یدین کے اسکا کرنا ہر ایک پر بزعم فاسد شما سنت ہے پس رفع یدین کو اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے مغالطہ جب آنحضرت سے کوئی بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاوے تو موضع استدلال موجود ہے۔ ہدایہ نے صفحہ ۱۳ میں تصریح کی ہے کہ محل استدلال دوام ھکذا کان یصلی ہے پھر یہاں کیوں بھولتی

ف مسئلہ فقہ کا یہی اتفاقی ہے اور نیز آنحضرت کو قول سے استدلال ہے نہ فعل ہے ۱۲۔

فرماتے ہو کیا تمکو اتنی بھی خبر نہیں کہ ثبوت [illegible] کرتے ہیں [illegible] دوام اور
چیز دلیل ثبوت سے دوام کا کام لینا زبردستی نہیں تو اور کیا ہے قولہ
اگر اسمیں رفعیدین مذکور ہی تو طحاوی نے اُسپر جرح کیوں نہیں کی میں
کہتا ہوں جب اُسمیں محل استدلال ہے ہی نہیں تو پھر دوام کہاں اور امام
طحاوی نے تو رفعیدین میں وہ عمدہ فیصلہ کیا ہے جسکا جواب شافعی
تم لوگوں سے بن نہیں آتا۔ قولہ مگر جب خلفاء کا عمل درآمد برخلاف اسکی
ہے ہی نہیں تو بیچارے طحاوی صاحب کہاں سے لاتے۔ میں کہتا ہوں
بغیر دیکھے امام طحاوی پر بہتان مت باندھو۔ دیکھو شرح معانی الآثار صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳
جناب من مطابقت تب صحیح ہوتی۔ جبکہ عبداللہ بن عمر کی طرح انس بھی
اس حدیث میں السجدتین کو مرفوع کرتے میں کہتا ہوں اگر حضرت انس
سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے نہیں دیکھتا۔ تو آپ کیوں کرتے
تھے ضرور ہے کہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رفعیدین بین السجدتین
کرتے دیکھا ہوگا پس مطابقت صحیح ہوئی واضح ہو کہ ہمنے صفحہ ۹ میں لکھا
تھا کہ آنحضرت کی وفات شریف تک رفعیدین کرنے میں مجیب کے پاس کوئی
دلیل ساکت خصم نہیں ثبوت جزئی جانب واحد سے دوسری جانب کا بالکل
مرفوع ہو جانا لازم نہیں آتا یعنے رفعیدین کا ثبوت جزئی (نہ کلی) عدم
رفع کو بالکل مرفوع نہیں کرتا۔ غایت ما فی الباب جانب آخر کا رفع جزئی ثابت
ہوگا۔ جو ہمیں مضر نہیں ہو سکتا۔ دیکھیئے آنحضرت کا استادہ بول کرنا جو
ثبوت جزئی کے ہے کیا جانب آخر یعنے بیٹھکر بول کرنے کو بالکل مرفوع
کر دیتا ہے نہیں ہرگز نہیں ہماری اس تقریر کے جواب میں شیخ نے

لہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نسبت یہ خیال کبھی درست نہیں ہو سکتا کہ نماز میں ایسے کام
ہی کرتے رہتے تھے جس کی سند آنحضرت سے نہیں رکھتے تھے ۱۲ منہ

صیانت میں تو بالکل خاموشی اختیار کی غالباً خاموشی کی یہی وجہ تھی کہ
شیخ صاحب کے ذہن میں یہ تقریر نہیں آئی دلیل اسپر یہہ ہے کہ اثبات صفحہ ۳۱
میں جو اس تقریر کا جواب دیا گیا ہے وہ حقیقت میں ہماری اس تقریر کا
بالکل جواب نہیں۔ اگر شیخ صاحب ہماری اس تقریر کو سمجھتے تو جو جواب
کہ اُنہوں نے دیا ہے کبھی نہ دیتے قولہ تو السورة الی اخر ما قال ان
سب صورتوں سے ثابت ہوا کہ ثبوت جزئی جانب واحد سے دوسری
طرف بالکل مرتفع ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کسی مثال سے یہ ثابت
نہیں ہوتا یہ تمہاری فاحش غلطی ہے اس تقریر کو کسی اپنے ہم مشرب
علم والے سے سمجھو پھر جواب دو یوں ہی جواب دینے پر کھڑے نہ ہو جایا
کرو کیونکہ ایسا آدمی اکثر منھ کے بل گرتا ہے قولہ صفحہ ۳۲ تمہاری طرح وہ
کافر لوگ دلیل نہ لائے۔ میں کہتا ہوں اس تقریر کو یوں کہو کہ جیسے جھوٹی
اُمتیں بنا کر اپنے آپ کو نبی ظاہر کرتا تھا۔ تم لوگ ضعیف حدیثوں کو صحیح سمجھ
کر اپنا اہلحدیث ہونا ظاہر کرتے ہو اور جیسے ابوبکر صدیق و دیگر صحابہ نے اس
کو قتل کیا۔ اور اس کی آیات پر خوب لے دے کی ویسے احقر ابو یوسف نے
تمہارا جھوٹا ہونا اور احادیث ضعیفہ کا ضعیف ہونا لوگوں پر ظاہر کر دیا۔
اگرچہ قتل ظاہری نہیں ہوا لیکن باطنی تو ایسا ہوا کہ انشاء اللہ اب یہ مردہ
کسی کی مسیحی سے نہ اُٹھیگا نہ اُٹھیگا۔ اوٹھیگا تو دوبارہ نزع کا عذاب جھکنا
پڑے گا الحمد للہ کہ مسئلہ رفعیدین کی نسبت شیخ کے خیالات کا خاتمہ ہوا
ہمارا یہہ کہنا کہ کسی حدیث صحیح متصل سے آنحضرت کا وفات شریف تک
رفعیدین کرنا ثابت نہیں اور نہ خلفاء اربعہ سے بسند صحیح یہہ خوب راست آیا

له لفظ جزئی کو اثبات میں ہر جگہ خبری لکھا ہوا ہے شاید یہی لفظ اس تقریر کے نہ سمجھنے کا باعث ہو بھر
بہر حال اس تقریر کو نہ سمجھنا شیخ کی جودت طبع پر دال ہے ۱۲ منہ

مخالفین نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی ایسی صحیح روائیت پیش نہیں کر سکے۔ فللہ الحمد ؏

تحذیر المصلین عن الجہر بالتامین

ہم اصل مطلب سے پہلے تین قواعد شیخ کے مانے ہوئے انہی کے رسالوں سے لکھتے ہیں اور ان پر عمل کرنیکی شیخ صاحب کو ہدائیت دیتے ہیں قاعدہ پہلا کسی چیز کا مسموع ہونا آنحضرت سے اسکی سنیت پر دلالت کرتا ہے دیکھو است صفحہ ۶ یعنے جو چیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنے جاوے اس کا جہر سنت ہوتا ہے۔ قاعدہ دوسرا۔ قول جہاں بولا جاوے گا اس سے جہر مراد ہوگی جیسے است صفحہ ۷ میں لکھا ہے۔ دو باتیں اس کے جہر پر بڑی وسعت سے دلالت کرتے ہیں (۱) سمعت (۲) قال۔ وانی آخر ما قال۔ اور لفظ قال کا جا بجا اسکے جہر پر دلالت کرتا ہے انتہے۔ میں کہتا ہوں اس سے پہلے قاعدہ کی بہی تائید ہوئی۔

قاعدہ تیسرا۔ است صفحہ ۷ ہمارا مطلب یہاں سنیت ثابت کرنے کا ہے۔ گو وہ فعل ایک مرتبہ ظہور میں آگیا ہو یعنی جو کام ایک دفعہ بہی آپ نے کیا ہے وہ ہی سنت ہے۔ جب ان قاعدوں کو سمجھ چکے ہو تو احادیث مفصلہ ذیل بیان کو اجرا کرو (۱) اخرج مسلم فی صحیحہ عن عبدہ ان عمر بن الخطاب کان یجہر بھولاء الکلمات یقول سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک الخ واخرج الدارقطنی عن عمر انہ کان اذا کبر للصلوۃ قال سبحانک

ف ا تا ہوں میں لکھا گیا تھا کہ کسی چیز کا مسموع ہونا اس کی سنیت جہر پر دال نہیں اسکے جواب میں شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ کسی چیز کا سموع ہونا اسکی سنیت پر دلالت کرتا ہے ۱۲ منہ

اللّٰھم قال الدارقطنی ھذا صحیح عن عمر یعنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
دعائے استفتاح بالجہر پڑھا کرتے تھے (۲) واخرج مسلم فی صحیحہ عن علی
بن ابی طالب عن رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم انہ کان اذا قام الی
الصلوٰۃ قال وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت الخ واذا رکع قال اللّٰھم
لک رکعت الخ واذا سجد قال اللّٰھم لک سجدت یعنے آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ
وسلم جب نماز کیطرف اٹھتے کہتے وجہت وجہی اور جب رکوع کرتے کہتے
اللّٰھم لک رکعت اور جب سجدہ کرتے کہتے اللّٰھم لک سجدت دیکھو حدیث
نمبر اوّل میں لفظ جہر موجود ہے اور احادیث نمبر ۱-۲ بموجب قاعدہ نمبر ۲
جہر پر دال ہیں پس شیخ اور اس کے حواریون کو چاہیئے کہ دعائے استفتاح
بھی بالجہر پڑھا کرین اور اس کے جہر کی سنیت کا فتوٰی دیں (۳) عن ابی
قتادہ قال کان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یصلی بنا فیقرء فی الظہر
والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورتین ویسمعنا الایۃ احیانا
الحدیث اخرجہ مسلم صفحہ ۱۸۵ یعنے ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللّٰہ
علیہ وسلم ظہر اور عصر میں کبھی ہمیں کوئی آیت سنا دیتے تھے اب ہم شیخ اور
اس کے تواریین سے پوچھتے ہیں کہ آپ کیوں ہر ظہر و عصر میں کسی آیت
کو جہر نہیں کرتے اور جہر بھی مثل آمین کے گو آنحضرت سے احیانا ثابت ہے
لیکن آپ کو بموجب قاعدہ نمبر ۳ ہمیشہ چاہیئے اور یہہ بھی فرمائیے کہ اگر کوئی
شخص ظہر اور عصر میں جہر نہ کرے تو کیا وہ تارک سنت ہوگا (۴) واخرج
الترمذی عن حذیفۃ انہ صلی مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فکان یقول
فی رکوعہ سبحان ربی العظیم الحدیث واخرجہ مسلم ایضا فی صحیحہ ولفظہ
فجعل یقول سبحان ربی العظیم یعنے حضرت حذیفہ فرماتے ہین کہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑہی پس آپنے جب رکوع
کیا تو سبحان ربی العظیم پڑہنا شروع کیا پھر سجدہ کیا تو آپنے سبحان ربی الاعلے
کہا پس اس حدیث اور حدیث نمبر ۲ سے بموجب قاعدہ نمبر ۲ رکوع اور
سجود کے ارکار کا جہر نکلتا ہے پس یہ بھی مثل آمین بلند پڑہنے چاہیئے
(۵) حدیث اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد سے بھی
بموجب قاعدہ نمبر ۲ ربنا لک الحمد کا جہر نکلتا ہے سو اس کے جہر کی سنیت کے
تو شیخ صاحب قائل ہو گئے ہاں تارک ضرور ہیں افسوس باوجود دعوے
اتباع حدیث و اقرار سنیت پھر تارک رہنا معلوم نہیں کہ اسمیں کیا بھید ہے
(۶) حدیث قولوا التحیات سے بھی حسب قاعدہ نمبر ۲ جہر نکلتا ہے پس
چاہیئے کہ التحیات بھی مثل آمین بالجہر پڑہا جاوے (۷) قولوا اللہم صل
سے حسب قاعدہ نمبر ۲ درود شریف کا جہر نکلتا ہے اس کو بھی مثل آمین
کے سب بلند آواز سے پڑہا کریں تاکہ آمین سے مسجد گونجی ہوئی بند نہ
ہووے اخیر نماز تک گونجتی ہی رہے افسوس اسکا جواب اسمیں بھی
کچھ نہیں دیا (۸) حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ مسلم ما صلی صلوۃ بعد ذالک
الا سمعتہ یتعوذ من عذاب القبر و سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بعد ذالک یستعیذ من عذاب القبر سے حسب قاعدہ نمبر ۱ جہر
نکلتا ہے اور اُس کے جہر کی سنیت کے آپ اسمیں قائل بھی ہو گئے
اب چاہیئے کہ مثل آمین دعائیں بالجہر پڑہا کرو اور یہہ بھی فرمایئے کہ
اگر کوئی شخص ان ادعیہ کو آہستہ پڑہے تو کیا وہ تارک سنت ہو گا اس
میں آپ کا کیا فتویٰ ہے (۹) اخرجہ مسلم عن ابن عباس ان

سے نیز آیت لا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا کو جا بجا شیخ نے دعاؤں کے جہر کے ثبوت میں لکھا ہے پس جبکہ یہ بھی دعائیں ہیں اسلیئے انکو بھی بالجہر مثل قرائت پڑہنا چاہیئے ۱۲ منہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمھم ھذا الدعا کما یعلمھم السورۃ
من القرآن یقول قولوا اللھم انا نعوذ بک من عذاب جہنم الحدیث۔ اس سے حسب قاعدہ
نمبر۲ اس دعا کا جہر نکلتا ہے چاہیئے کہ اسکو بھی بالجہر پڑھکر غیر مقلدین کو اپنے
مقلد بنائیں اخرج الطحاوی عن ابی ھریرۃ قال سمعت[۵۱] رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم یقرء فی السجدتین قبل الفجر فی السجدۃ الاولی قولوا امنا باللہ وما انزل الینا الحدیث
واخرج الطحاوی والترمذی عن عبد اللہ[۵۲] قال ما احصی ما سمعت رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم یقرء فی الرکعتین قبل الفجر والرکعتین بعد المغرب بقل یا ایھا الکفرون و
قل ھو اللہ احد اب بموجب قاعدہ نمبر اول کے فجر کی سنتوں میں بھی قراءت
بالجہر شروع کردو اور آہستہ پڑھکر تارک سُنت مت بنو (۱۰) اسی نے است[۵۹] صفحہ
میں ایک حدیث لکھی ہے عن نافع بن محمود انہ سمع عبادۃ بن الصامت
یقرء بام القرآن یعنے نافع نے عبادہ کو الحمد پڑھتے سنا۔ اور نافع نے کہا
سمعتک تقرء بام القرآن۔ اب بحسب قاعدہ نمبر اول شیخ کو چاہیئے کہ امام کے
پیچھے فاتحہ بھی بلند آواز سے پڑھنا شروع کریں۔ فی الحال ہم اسی پر اکتفاء
کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ دعائے استفتاح کرتے وسبحانک اللھم وغیرہ اور
اذکار رکوع وسجود یعنی سبحان ربی العظیم وغیرہ) اور الحمد شریف خلف الامام
اور التحیات اور درود شریف اور ادعیہ بعد تشہد قبل تسلیم وغیرہ وغیرہ سب کے
سب مثل آمین بلند پڑھا کریں جو بموجب آپکے مسلمہ قواعد کے ان کا
بلند پڑھنا لازم آتا ہے۔ واضح ہو کہ اگرچہ اس مختصر تقریر سے شیخ کے اکثر
خیالات کا جواب ہوگیا لیکن ان کے کان کھولنے کے واسطے ہم مفصل اس کو

[۵۱] ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قولوا
امنا باللہ پڑھتے تھے [۵۲] عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں سکتا یعنے شمار نہیں کر سکتا جتنی دفعہ
میں نے آنحضرت کو پڑھتے فجر کی سنتوں اور شام کی سنتوں میں قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد ۱۲

تقریر کو اڑ لیتے ہیں اور خدا سے توفیق چاہتے ہیں ھو المستعان و علیہ التکلان
ساکنان کوٹلی لوہاران پر پوشیدہ نہیں کہ اس مسئلہ کو ہم نے یوں لکھا تھا
(۱) کسی صحیح حدیث سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسے زور سے آمین کہنا ثابت نہیں جو صف پہلی کے سارے نمازیوں نے آپ کی آمین کا آواز سن لیا ہو (۲) یا آپ نے آمین زور سے کہنے کو ارشاد فرمایا ہو (۳) مقتدیان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آمین زور سے کہنے میں کوئی صحیح بلکہ ضعیف حدیث بھی نہیں (۴) خلفاء اربعہ کے آمین بالجہر میں صحیح کیا ضعیف حدیث بھی نہیں (۵) خلفاء اربع کے مقتدیوں کی آمین بالجہر میں صحیح تو ایک طرف ضعیف حدیث بھی نہیں۔ ہمارے ان سوالات کے متعلق کسی صاحب نے ابھی کوئی حدیث پیش نہیں کی بعض سوالات میں ہم نے صحت کی قید بھی اٹھا دی پھر بھی وہ پیش نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالے نمبر ۳-۴-۵ کے جواب میں تو بالکل سکوت کر گئے البتہ نمبر اول کے جواب میں صاحب سیف نے صفحہ ۲۱ میں دو حدیثیں لکھی ہیں حدیث اول۔ عن وائل بن حجر قال سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین یمد بها صوته هذا صحیح انتهی دارقطنی مگر ناظرین جانتے ہیں کہ ہمارے سوال کے مطابق ایک بھی نہیں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے آمین کا آواز سب نے سن لیا وائل کا یہ فرمانا کہ میں نے جناب آپ نے ولا الضالین کہا آمین کو آواز کھینچ کر کہا ہرگز ہرگز جہر مابہ النزاع کو ثابت نہیں کرتا یعنے اس قدر جہر جس قدر کہ غیر مقلدین کرتے ہیں ان احادیث سے بالکل نہیں نکلتا پھر اس کی سنیت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوام ثابت نہ ہو۔

(۱) اس حدیث میں سفیان ثوری ہیں جنکا مدلس ہونا شیخ نے صفحہ ۹۹ میں مانا ہوا ہے اب یہ بلفظ عن روایت کرتے ہیں، بتلائیے ان کی روایت کیسے مقبول ہو سکتی ہے ۱۲ منہ۔

الحمدللہ کہ ہماری اس تقریر سے شیخ نے بڑے زور شور کے بعد آخر تسلیم کرلیا اور صفحہ ۵۶ میں لکھدیا کہ آپ اس قدر آمین کہتے کہ آپکے آس پاس والے سن لیتے میں کہتا ہوں جسطرح تم نے ہماری اس بحث کو تسلیم کیا ہے اگر خدا توفیق عنایت کرے تو کچھ عجب نہیں کہ بقیہ مسائل بھی آپ کی سمجھ میں آجاویں جو آپ نے لکھا ہے خاص حدیث من یلیہ من الصف الاول کا ترجمہ ہے باقی جسقدر احادیث جنمیں مطلق رفع صوت یا مد صوت آیا ہے اُن سب سے یہی مراد ہے کہ آپ کا آمین کھینچنا اس قدر ہوا کہ صف اول کے وہ لوگ جو آپکے قریب تھے انہوں نے آپ کی آمین کا آواز سن لیا اب رفع صوت اور مد صوت کے یہہ معنے لینا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غیر مقلدین کی طرح ایسے بلند آواز سے آمین کہتے کہ سب نمازی سن لیتے اور مد صوت کو حدیث اذان کو مد صوت پر قیاس کرکے مثل اذان آمین بالجہر سمجھنا شیخ ہی کی کلام سے باطل ہو گیا والحمدللہ البتہ ایک بات قابل استفسار ہے کہ جب آپ مانتے ہیں کہ آنحضرت کا صرف اسقدر آمین کہنا معمول تھا کہ صرف آس پاس والے سُن لیتے پھر مقتدیوں کیواسطے چلانا اور مسجد کا گونجانا کس دلیل سے سنت ہوئی ہو اور آپکا معمول بھی کیوں اس کے خلاف ہے۔ قولہ آپنے اسپر یعنے حدیث اول دار قطنی پر اعتراض یہہ جما یا کہ اسمیں سمعت کا فاعل صرف وائل ہے دوسرا کوئی نہیں کہتا کہ ہمنے لمبی آمین کی آواز سنی الی آخرہا قال مشکوۃ صفحہ ۷۶ عن وائل بن حجر قال رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ میں کہتا ہوں یہ آپکا بڑا سفید جھوٹ ہے میں نے یہہ کہیں نہیں لکھا کہ اسمیں سمعت کا فاعل صرف وائل ہے خدا کی پناہ اس شخص کو اپنے ایمان کا ذرا بھی خوف

اسقدر آمین کہنے پر بھی دوام نہیں ثابت ہوتا ۱۲ اگرچہ آپ اسپہ بھی دوام ثابت نہیں کرسکے ۱۲
حدیث غیر محل بمطابق مسجد صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ

ہنیں جھوٹ کہنے سے ذرا ہنیں جھجکتا مگر ہیچ ہے۔ رہ ھند ونچتہ وپک کھوجہ
خام سنان صفحہ ۱ ہیں اس حدیث کی نسبت جو کچھ ہمنے لکھا ہے۔ شیخ نے اُس
کو سمجھا ہنیں اُسکا مطلب یہ ہے کہ دار قطنی کی حدیث سے یہہ ثابت ہی ہنیں
ہوتا کہ آنحضرت کی آمین کا آواز سب نمازیوں نے سن لیا اگر ثابت ہوتا ہی
تو صرف یہ کہ وائل فرماتے ہیں میں نے سنا جب آنحضرت نے غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین کہا آمین کو آواز کھینچکر کہا اس کہنے سے جہر نزاعی ثابت ہنیں
ہوتا وجہ یہ ہے کہ آمین بالسر اگر کوئی شخص اسطرح آواز کھینچکر کہے کہ پاس والے
سُن لیں تو ہم کہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص نے جب ولا الضالین کہا اسطرح آواز کھینچکر
آمین کہی کہ ہم نے سُن لی بس ہمارا اصل مطلب تو یہہ ہی کہ اس حدیث سے جہر نزاعی
ثابت ہنیں ہوتا نہ یہہ کہ وائل کے سوا دوسرا کوئی ہنیں کہتا کہ ہم نے آواز آمین
کا سُن لیا بلکہ میں کہتا ہوں کہ وائل ہی فرما دیتا کہ آپنے اسقدر زور سے آمین
کہی کہ آپکا آواز اخیر صف والوں نے سُن لیا جب وائل نے اسطرح ہنیں فرمایا
تو جہر نزاعی کیسے ثابت ہو سکتا ہے وائل نے بسبب قریب ہونے آنجناب کے
اگر آمین کا آواز سُن لیا ہو تو کیا کچھ مستبعد ہے ایسا سن لینا ہمیں کیا مضر ہے
اور آپکو کیا فائدہ دیتا ہے۔ دیکھو احادیث نمبر ۱۰-۱۱- قولہ صفحہ ۴۷ اور
مذہب ابو حنیفہ کا بھی یہی ہے کہ زانوں نکو اوّل ہاتھوں کے رکھا جاوے۔
میں کہتا ہوں امام شافعی واحمد اکثر علماء کا بھی یہی مذہب ہے آپنے خود لغۃ
میں تصریح کی ہے کہ اسطرف ہی اہلحدیث گئے ہیں اور حدیث ابی ہریرہ جو اسکے
کے خلاف ہے اسکو کرمانی نے ضعیف لکھا ہے۔ مجد الدین فیروز آبادی سفر السعادۃ

سنہ اگر اسقدر جہر جسقدر آجکل غیر مقلدین کیا کرتے ہیں آنحضرت کرتے ہوتے تو کوئی شخص تو یوں بسند صحیح روایت کرتا
ہے کہ آنحضرت کی آمین کا آواز تمام جماعت سُن لیتی یا اخیر صف والے ہی سن لیتے یا کوئی مقتدیوں کا بالجہر روایت
کرتا یا کوئی خلفاء اربعہ کا جہر روایت کرتا بس جبکہ جہر میں ثابت ہنیں لہذا اسطرح کی کوئی روایت صحیح ہمیں ۱۲ منہ

میں لکھتا ہے کہ بعضے راویوں کا اس میں وہم ہے کہا خطابیؒ نے حدیث
وائل کی بہت ثابت ہے حدیث ابی ہریرہ سے۔ نیز ابن خزیمہ جسکی صحیح کو آپ
مستلزم الصحۃ فرماتے ہیں اپنی صحیح میں لایا ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم اذا سجد بدء برکبتیہ قبل یدیہ کذا فی السفرۃ دیکھئے اس مسئلہ میں
وائل کے روایت کہنے پر ہی مدار نہیں قولہ صفحہ ۲۰ یہاں کیوں یہ معنے نہیں لیئے
جاتے کہ صرف وائل کہتا ہے کہ میں نے دیکھا اور نہ آپنے اس مقام پر رجوع
بہ خلفاء کیا۔ اقول۔ نہ ہم نے یہ معنے وہاں لیئے ہیں نہ یہاں لیتے ہیں علاوہ
اس کے سماع اور روائیت میں بڑا فرق ہے جب کسی کی آواز کی بلندی کی
حکائیت کرنی ہو تو اسبات کا ذکر لازم ہے کہ اس آواز کو سب نے سُنلیا ورنہ
بلندی آواز بیان نہ ہوگی بخلاف کسی فعل کے کہ اس میں یہ ضرور نہیں کہ بیان
کیا جاوے کہ اس فعل کو سب نے دیکھا کیونکہ دیکھنا ایک کا ہو یا بہت کا برابر ہے
نفس فعل میں کچھ فرق نہیں آتا بخلاف آواز کے کہ ایک کے سُننے سے
پستی آواز نکلتی ہے اور بہت کے سُننے سے بلندی فافہم فانہ من مزلۃ
الاقدام) اور خلفاء سے خلاف اسکا ثابت نہیں دیکھو شرح معانی الآثار
طحاوی۔ میں کہتا ہوں امام اعظم علیہ الرحمۃ کا فرمانا نہائیت قوی اور مدلل
ہے قولہ صفحہ ۲۰ یہاں رجوع بطرف خلفاء نہیں کیا کیونکہ اپنے امام نعمان
کا مذہب جو نکل آیا اگرچہ خلاف سُنت کے کیوں نہ ہو۔ اقول غریب کو مذہب
حنفیہ کی تو خبر نہیں ناحق نکتہ چینی کر کے اپنی پردہ دری کراتا ہے کتب
فقہ میں لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا واجبات نماز سے شمار کیا گیا ہے
اور درصورت ترک لفظ سلام نماز کا مکروہ تحریمہ ہونا۔ اور اسکا وجوب اعادہ
بھی مذکور ہے۔ اب اگر تمہارے پاس اسکے خلاف بیر کوئی صحیح حدیث ہے

تو بیان کرو یوں ہی خلاف سنت مت کہو اور خلفاء رضی اللہ عنہم سے بھی خلاف اس کا ثابت نہیں۔ من ادعی فعلیه البیان **قولہ** صحیح صحیح حدیثوں کو ادنی سے ادنی جرح بھی دیکھکر اسکے عمل سے رکتے ہیں میں کہتا ہوں الحمد للہ آپنے اتنا تو تسلیم کر لیا کہ جرح جلین بھی ضرور ہیں اب آپ کو شک اتنا رہگیا کہ ان جروح کو آپ ادنے فرماتے ہیں آپ ہی فرمایئے کہ یہ ادنی کیوں ہیں اگر اس جہت سے ادنی کہو کہ موضوع نہیں ضعیف ہیں تو ہم آپ کے انصاف کی داد دیتے ہیں کہ آپنے سچ کہا جزاک اللہ مغالطہ ص۲۵ عن علقمة قال قال لنا الی اخرہ قال کہا ابو داؤد نے ساتھ ان معنوں کے حدیث صحیح نہیں ھذا لفظہ میں کہتا ہوں جن لوگوں کی کھوپری میں بجز بخارات تعصب و عناد اور کسی قسم کی لیاقت نہیں ان کو بھی مجیب بننے کا شوق کود آیا ہے دیکھیے کیا یہ تھوڑا تعصب ہے کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک ہی علت بیان کی کہ اسمیں رفعیدین کا نہ کرنا مذکور ہے اور یہ حدیث ان معنوں کے ساتھ یعنے رفعیدین نہ کرنے کے ساتھ صحیح نہیں سبحان اللہ یہ کیا عمدہ جرح ہے

میں کہتا ہوں مذہب حنفیہ کا اس مسئلہ میں نہایت قوی ہے دیکھیے آج تک رفعیدین[۱] پر دوام اور خلفاء اربعہ کا رفعیدین کرنا بسند صحیح ثابت نہیں کر سکے **قولہ** اگر اس تفریع پر آمین بالجہر سے روکتے ہو تو عدم رفعہ سے کیوں نہیں روکتے **اقول** جب آپ آمین بالجہر میں وائل کا کہنا مانتے ہیں تو

---

[۱] اگر حدیث تحلیلها التسلیم پر بھروسا ہو تو اس کا حال سنیئے اس میں ابن عقیل ہے جسکو ابو حاتم وغیرہ نے لین الحدیث اور ابن خزیمہ نے لا یحتج به اور ابن حبان نے ردی الحفظ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس کی حدیثوں سے مجانبت واجب ہے درصورت تسلیم صحت وجوب سلام ثابت ہوگا جسکے آپ قائل ہی نہیں ۱۲

[۲] ناظرین خیال کریں کہ شیخ نے مسئلہ آمین میں رفعیدین کا جرہ دیا بیچارے نے محققین کو تو جواب دیا نہ تھا اس سے بھی دست بردار ہو بیٹھے ۱۲ منہ

عدم رفعہ میں عبداللہ بن مسعود کا کیوں نہیں مانتے **قولہ** لفظ قال جابجا
اس کے جہر پر دلالت کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں تو جھوٹ کہتا ہے دیکھو احادیث
نمبر ۱-۲-۴-۵-۶ (۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ تکبیر اور قرائت کے درمیان سکتہ فرماتے
ہیں اس سکتہ میں آپ کیا کہتے ہیں آنحضرت نے فرمایا اقول اللّٰھم باعد
بینی الخ دیکھیے اس آہستہ کہنے پر صحابی بھی بلفظ ماتقول پوچھا اور آنحضرت
نے بھی جواب میں اقول فرمایا جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ قول جہر پر
دلالت نہیں کرتا یا یوں کہو کہ آنحضرت اللّٰھم باعد بینی الخ بالجہر پڑھا کرتے تھے
وھذا کما تری (۲) صحیح مسلم صفحہ ۱۸۹ میں ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و
سلم اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ قام حتی نقول قد اوھم یعنے تھے۔
آنحضرت علیہ السلام جب سمع اللہ کہتے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ
آپ کو وہم ہو گیا۔ فرمائیے یہاں حتے نقول کے کیا معنے ہیں۔ سوچو یہاں
دل کے خیال کرنے پر لفظ قول بولا گیا (۳) صحیح مسلم صفحہ ۱۷۳ عن عبداللہ
کنا نقول فی الصلوٰۃ خلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم السلام علی اللہ السلام
علی فلان بتلائیے صحابہ کے پیچھے بلند آواز سے السلام علی اللہ کہا کرتے تھے
یا آہستہ (۴) صفحہ ۱۹ کان یقول فی کل رکعتین التحیۃ یعنے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ہر دو رکعت میں التحیات پڑھا کرتے تھے فرمائیے کہ آپ بلند آواز
سے پڑھا کرتے تھے۔ تعجب ہے کہ آپ التحیات کے آہستہ پڑھنے کے قائل
بھی ہیں پھر بھی نہیں سمجھتے کہ یہاں آہستہ پڑھنے پر لفظ قول بولا گیا اب آپکا
یہ فرمانا کہ جابجا جہر پر دلالت کرتا ہے غلط ہوا اور فیصلہ یہ ہوا کہ جیسے قول
ان احادیث میں جہر کے واسطے نہیں ویسے احادیث آمین میں بھی جہر کے

ل علاوہ انکے اور بھی بہت احادیث ہیں جن میں قول سے جہر مراد نہیں منجملہ انکے ایک حدیث حسن بن علی رضی اللہ عنہ علمنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کلمات اقولہن فی قنوت الوتر ۱۲۔

ے بعض احادیث میں جو یقول نقول اقول وغیرہ الفاظ وارد ہیں اس سے شیخ نے نکھ آ ہے کہ یعنے لفظ قال کا جہر پر دلالت کرنا لکھا ہے نہ یقول وغیرہ کا کیونکہ مراد میں صاف لکھدیا ہے کہ قول جہر [illegible] المشرح [illegible]

واسطے نہیں **قولہ** کہ نہین سنتا کوئی آواز موذن کی جن اور انسان مین کہتا ہوں یہ تمہاری اکیسویں غلطی ہے صحیح ترجمہ اسکا یون ہے نہیں سنتا کوئی منتہی آواز موذن کی اور اس حدیث یعنے حدیث اذان میں لفظ مدی کو جو اپنے مد کے ہم معنے اور ہم ماخذ سمجھا ہے نہایت غلط ہے (اولا) مدی نہ تو مد کے ہم معنے ہے نہ ہم ماخذ یہ آپ کی بائیسویں غلطی ہے حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں مدی صوت المؤذن اے غایتہ ومنتہاہ معلوم ہوا کہ مدی کے معنے کسی چیز کے غایتہ اور منتہے ہیں اور مد کے معنے کھینچنا ظاہر ہے اب مدی اور مد کا ہم معنے ہونا تو باطل ہوا اور ہم ماخذ اسلیے نہیں کہ مدی ناقص ہے اور مد مضاعف پس ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوا ثانیا آپ خود آمین کو مثل اذان کے بلند کہنا جائز نہیں سمجھتے پھر آمین کو اذاں پر قیاس کرنا آپ ہی کے کلام سے باطل ہوا۔ ثالثا) اذاں کا نام ہی اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسکو بلند کہنا چاہیئے ایک نام اسکا اذان ہے جسکے معنے اعلام ہیں۔ دوسرا ندا یعنے بلانا اور آمین میں کوئی وجہ بلند کہنے کی نہیں۔ (رابعا) حدیث شریف میں آیا ہے آپنے عبداللہ بن زید کو فرمایا۔ القہ علے بلال فانہ اندی صوتا منک یعنے اذاں بلال کو سکھاوے کہ وہ تم سے بلند اور خوش آواز والا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اذاں کو بلند کہنا چاہیئے (خامسا) اذاں میں جسقدر بلندی صوت میں مبالغہ کریگا ثواب پائیگا بخلاف آمین کہ اسمیں جہر آپ کے نزدیک بھی منع ہے سوا اذاں کی آواز کی کوئی [illegible] نہیں بخلاف آمین [illegible] کہ اسمیں اگر گلہ ہے آپ سے مد صوت ہوا بھی تو بھی اسکی صحیح ہے نقرۃ قا فرقا جلیا **قولہ** صفحہ ۶ اس کو

صفحہ ۵ تک جو حدیث آمین میں ہرگز مدی کے ہم معنے اور ہم ماخذ نہیں کیونکہ مد کے معنے منتہے ہیں مدی کے معنے حدیث آمین نہیں اور نہایت نہیں [illegible] صفحہ ۳ چنانچہ آپ جابجا آئیت کا جہر کو آمین کے بارہ مین لاتے ہیں [illegible]

کبھی خلفاء نے بھی کیا تھا یا نہ میں کہتا ہوں اولاً رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم سے خود بذات شریف اذاں کہنا لازم[۱] نہیں جو وجہ آنحضرت علیہ السلام
کی ترک اذاں کی ہے وہی وجہ خلفاء کی ترک کی ہے باقی رہا تمہارا یہ اعتراض
کہ جب خلفاء سے ثابت نہیں تو اذاں کو بھی چھوڑ دو سو اُسکا جواب یہ ہے
کہ جب اذاں کہنا رسول خدا صلعم سے بھی ثابت نہیں تو تم بھی چھوڑ دو اور ہم
کیوں چھوڑیں ہم تو اس کی سنیت[۲] پر آنحضرت کے قول سے دلیل پکڑتے ہیں
نہ فعل[۳] سے جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے۔ اذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن لکم
احدکم الحدیث۔ ایسا ہی اگر جہر آمین پر آنحضرت کا ارشاد نکال دیں کہ آپنے
فرمایا ہو کہ آمین زور سے کہا کرو۔ تو ہم کبھی آپسے خلفاء کا آمین بالجہر نہ پوچھیں
ثانیاً) اذاں ایک ایسی سُنّت ہے کہ ایک بڑی جماعت میں سے اگر ایک شخص
اذاں کہدے تو سُنّت ادا ہو جاتی ہے۔ بلکہ ایک ہی کو کہنے کا حکم ہے بخلاف
آمین کے کہ وہ ہر ایک شخص کو کہنے سُنّت ہی پس پہلے آپ اذان کا ہر شخص
کے واسطے الگ الگ سُنّت ہونا ثابت کر لیتے پھر ترک خلفاء کا اعتراض
کرتے ثالثاً) حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں وصح عن عمر لو ا
طیق الاذان مع الخلافۃ لاذنت رواہ سعید بن منصور وغیرہ یعنے حضرت
عمر سے صحیح ہوا ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ اگر میں طاقت رکھتا اذاں کے
ساتھ خلافت کے البتہ اذاں دیتا اس اثر سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اذان
کہنے پر حریص[۴] تھے اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت عمر خلفاء میں سے تھے +
پس ان کی حرص اس سُنّت پر اسلئے موجب ثواب ہونیمیں پوری دلیل
ہے ایسا ہے آپ نکال دیں کہ خلفاء نے آمین بالجہر کہی ہو یا بالجہر کہنے

[۴] باوجودیکہ آپ ثواب کے کام پر بڑی حریص تھے ۱۲ [۱] بعض نے اذاں کو واجب بھی کہا ہے ۱۲
[۳] اسلئے کہ فعل ثابت نہیں ۱۲ [۲] جیسے ۹ محرم کے روزہ کی آنحضرت نے حرص بیان فرمائے ہیں ۱۲

پر حرص بیان کی ہو یا اُن کے پیچھے حالت اقتدا میں لوگ آمین بالجہر کہتے ہوں مغالطہ صفحہ ۷۶ رہی یہ بات کہ کسقدر اندازہ آمین یا قرائیت کا کرنا چاہیئے تو اس کو قرآن شریف نے خود بیان کر دیا ولا تجھر بصلٰوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیلا یعنے درمیان آواز سے قرائیت یا دُعا مانگا کرو بہت چلا کر نہ کیا کرو ھٰذا یہاں آپنے تسلیم کر لیا کہ چلایا نہ کرو پس آمین کو اذلش پر قیاس کرنا صحیح نہ ہُوا۔ اور یہ جو آپنے آمین بالجہر کیواسطے آیت لاتجھر سے دلیل پکڑی ہے۔ بچند وجوہ مخدوش ہے (۱) یہ آیت میں خود اسبات کی تصریح کہ لاتجھر یعنے جہر نہ کر۔ تو آپ کی حدیث فجھر ورفع ومد کا۔ اسی آیت سے جواب ہو گیا گویا اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آمین کو جہر نہ کر اور یہ تو آنحضرتؐ کی شان سے بعید ہے اور بالکل بعید ہے۔ کہ اللہ جل شانہٗ جہر سے منع کرے اور آپ (معاذ اللہ) اس کا خلاف کریں یعنے جہر کریں تو ناچار فجھر ورفع ومد کے وہی معنے لیئے جائیں گے جو ہم بیان کر آئے ہیں یعنے کبھی آپنے بغرض تعلیم آواز کو اسطرح کھینچا کہ قریب والوں نے سن لیا ان معنوں سے آئیت کی دوسری جزو یعنے لاتخافت بھا کا بھی مطلب ٹھیک آجاتا ہے (۲) حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ آئیت دربارہ قرئت اُتری البتہ حضرت عائشہؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ دُعا کے بارہ مین اُتری لیکن امام نوویؒ شرح صحیح مُسلم صفحہ ۱۶۲ مین فرماتے ہیں لکن المختار الاظھر ما قالہ ابن عباس رضی اللہ عنھما۔ یعنے اظہر اور مختار یہی ہے جو ابن عباس نے فرمایا کہ آئیت دربارہ قرئت نازل ہوئی۔ پس یہ آئیت جہر تامین کے واسطے حُجت نہیں (۳) اگر ہم مان ہی لیں کہ یہ آئیت دربارہ دُعا اُتری ہے تو بھی

آپ بکتے ہیں کہ چلا کر نہ کیا کرو اور بلوغ المبین میں کہا ہے کہ چلانا سنت ہے بتایئے تم دونوں میں سے کون سچا ہے ۱۲ ... وقت ہے جب کہ اس آیت کا نزول دعا میں مانا جاوے جیسے مخالف نے اس آیت جابجا دلیل پکڑی ہے ۱۲

بعض روایت میں صرح ہے کہ ادعیہ تشہد کے بارہ میں ہے۔ پس آمین بالجہر کے واسطے تو حجت نہ بنی لیکن تشہد میں آپ کو دعائیں بالجہر پڑھنی پڑیں۔ قولہ پھر تمام مسجد میں گونج پڑ جاتی میں کہتا ہوں کسی صحیح حدیث سے آنحضرت کے مقتدیوں کی آمین سے مسجد کا گونجنا منقول نہیں من ادعی فعلیہ البیان مغالطہ لفظ سمع صریح اُس کے جہر پر دلالت کرتا ہے اقول سنیت جہر نزاعی پر ہرگز دلالت نہیں کرتا کما مر اگر جہر اور اس کی سنیت پر دلالت کرتا ہے تو حدیث نافع بن محمود میں جسکو آپ صفحہ ۵۶ میں نقل کر آئے ہیں بھی جہر سمجھنا چاہیئے اب فرمایئے کہ نافع کا فرمانا۔ سمعتک تقرء بام القرآن یعنے میں نے سنا کہ تو الحمد پڑھتا تھا۔ کیا جہر نزاعی پر دلالت کرتا ہے کیا عبادہ بن صامت امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کی طرح الحمد پڑھ رہے تھے۔ جو نافع نے سُنکر یوں کہا یا اُس نے ذرا سانس کھینچکر پڑھا جسکی آواز نافع نے سُنا۔ اور سمعت کہدیا۔ یا تو آپ فاتحہ خلف الامام بھی بالجہر پڑھنا شروع کریں یا اسبات کے قائل ہو جاویں کہ سمع سنیت جہر اور جہر نزاعی پر دلالت نہیں کرتا۔ پس جیسے سمعت یہاں نافع نے کہا ویسے حدیث آمین میں وائل نے کہا فافہم اور کسی چیز کا آنحضرت سے مسموع ہونا۔ اُس کی سنیت پر دلالت نہیں کرتا۔ دیکھیئے آپ ظہر و عصر میں کبھی کوئی آیت سُنا دیتے تھے پھر اس سنا دینے کو بجز شیخ کوئی سُنت نہیں کہتا امام نووی شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۸۵ میں فرماتے ہیں ھذا محمول علے انہ اراد بہ بیان جواز الجہر فی القراءۃ السریۃ وان الاسرار لیس بشرط لصحۃ الصلوۃ بل ھو سنۃ ویحتمل ان الجہر بالایۃ کان یحصل بسبق اللسان للاستغراق فی التدبر واللہ اعلم انتھی خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ آپ کا ظہر عصر میں

کوئی آئیت سنا دینا اس بات پر محمول ہے کہ آپنے قرائیت سریہ مین جہر کا جائز ہونیکے بیان کا ارادہ فرمایا۔ اور اس بات کا کہ اسرار یعنے آہستہ پڑھنا شرط صحت نماز نہیں بلکہ آہستہ پڑھنا سنت ہے اور احتمال ہے کہ جہر بلا نیۃ بسبب استغراق کے بغیر قصد کے ہو اس عبارت سے دو مطلب حاصل ہوئے (۱) یہ کہ ظہر عصر میں جہر بلا نیۃ جائز ہے۔ سنت نہیں سُنّت اسرار ہی ہے (۲) یہ کہ آنحضرت کا کوئی آیت سُنانا بیان جواز کے لیئے تھا یا بسبب کمال استغراق کے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا مسموع ہونا اُسکے جہر کی سنیت پر دلالت نہیں کرتا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس کا جنازہ میں بالجہر پڑھنا بھی تعلیماً تھا اُنہوں نے فاتحہ کو صرف اسی غرض کے لیئے بالجہر پڑھا کہ لوگ معلوم کرلیں کہ فاتحہ پڑھنا سُنت ہے اُنہوں نے اپنی اس غرض کو صحیح مین بیان بھی کر دیا ہے۔ اخرج البخاری عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرء بفاتحۃ الکتب وقال لتعلموا انہا سنۃ وقال ابن حجر فی الفتح والحاکم من طریق ابن عجلان انہ سمع سعید بن ابی سعید یقول صلی ابن عباس علی جنازۃ فجہر بالحمد ثم قال انما جہرت لتعلموا انہا سنۃ اور ایک روائت مین ہے۔ فقال یا ایہا الناس انی لم اقرء علیہا جہرا الا لتعلموا انہا سنۃ ان سب کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک جنازہ پر فاتحہ بالجہر پڑھا اور فرمایا کہ میں نے بلند آواز سے اسلیئے پڑھا ہے کہ تاکہ تم معلوم کرلو کہ فاتحہ سُنت ہے اس سے صاف نکلتا ہے کہ اُن کا جہر پڑھنا فاتحہ کی تعلیم کے واسطے تھا نہ جہر کی تعلیم کیواسطے اگر یوں ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عباس یوں فرماتے کہ میں نے اسلیئے بلند آواز سے پڑھا ہے تاکہ تم لوگ معلوم کرو کہ فاتحہ کا جہر پڑھنا سنت ہی حدیث

ہیں جو انھا آیا ہے اس میں سے ھا ضمیر راجع بطرف فاتحہ ہے نہ بطرف جہر
الغرض احادیث کے الفاظ سے شیخ کا مطلب جو اُس نے سمجھا ہے کبھی
درست نہیں ہوسکتا باقی رہا شیخ کا یہ اعتراض کہ اگر جہر پڑھنا سُنّت نہ ہوتا
تو عبداللہ بن عباس یوں کہ سکتے تھے کہ فاتحہ کو بھی پڑھنا نماز جنازہ میں سُنت
ہے میں کہتا ہوں اگر جہر سُنت ہے تو کیا ابن عبّاس یوں نہیں کہ سکتے تھے
کہ فاتحہ کا جنازہ میں جہر پڑھنا سُنت ہے انہوں نے تو جہر کی یہی علت بیان
فرمائی ہے کہ تم لوگ معلوم کرو کہ فاتحہ سُنّت ہے سُنن نسائی میں ابی امامہ
سے مروی ہے کہا اُس نے السنۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ ان یقرئ فی
التکبیرۃ الاولیٰ بام القرآن مخافتۃ الحدیث یعنے نماز جنازہ میں سُنت یہہ
ہے کہ پہلی تکبیر میں الحمد شریف آہستہ پڑھا جاوے۔ بتلایئے اب بھی ابن
عباس کا جہر تعلیمی سمجھا ہے یا نہیں اگر نہیں سمجھا تو فرمایئے جہر تو سنت ہوا
آہستہ پڑھنا کیا ہے۔ کیا آہستہ پڑھنے والا تارک سُنت ہوگا۔ **قولہٗ** مگر
احناف صاحبان کے نزدیک تو فاتحہ جنازہ میں مطلقاً ہے ہی نہیں میں
کہتا ہوں یہ تمہارا بہتان ہے حنفیہ جنازہ میں فاتحہ پڑھنیکے علی سبیل الثناء
قائل ہیں پہلے کسی عالم حنفی المذہب کی کفش برداری کیجئے پھر منہ کھولئے
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بیان جواز کیواسطے
تھا نہ واسطے بیان سنیت کے[۱] بھلا اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت
ہے تو دو تین کپڑوں میں کیا ترک سُنت ہے۔ بندہ خدا ایک کپڑے میں
نماز جائز ہے نہ سنت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں والغرض بیان جواز
الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ولو کانت الصلوٰۃ فی الثوبین افضل امام نووی
صفحہ ۱۹۶ میں لکھتے ہیں واجمعوا ان الصلوٰۃ فی ثوبین افضل اور بھی لکھتے ہیں

[۱] شیخ کو جواز اور سنت کے مفہوم میں فرق ہی معلوم نہیں ۱۲

اما صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ فی ثوب واحد ففی وقت کان
لعدم ثوب اٰخر وفی وقت کان مع وجودہ لبیان الجواز کما قال جابر رضی اللہ
لیراہ الجہال واما فالثوبان افضل کما سبق ۔ انتہی اگر ایک ہی کپڑے میں
نماز پڑھنا سنت ہوتا تو جابر رضی اللہ عنہ نے یوں کیوں نہ فرمایا کہ ایک
کپڑے میں نماز سنت ہے پھر پڑھکر کیوں دکھائی ۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا ۔
سو جسطرح جابر رضی اللہ عنہ اپنا فعل ایک کپڑے میں نماز پڑھنا ۔ حالت نماز
میں بیان جواز کے واسطے کر دکھایا نہ واسطے سنیت کے ایک کپڑے کے
اسیطرح عبداللہ بن عباس نے اپنا فعل فاتحہ کا جنازہ میں پڑھنا ۔ حالت
نماز میں واسطے تعلیم سنیت فاتحہ کے ظاہر کر دیا نہ واسطے تعلیم سنیت جہر
کے عجب یہ کہ یہاں آکر شیخ بھی وہی تقریر کرتا ہے جو ہم نے کی اور اپنے
ہاتھ سے اپنی بنیاد گراتا ہے ۔ لکھتا ہے ۔ اسیطرح عبداللہ بن عباس نے
بھی فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھکر اسکا یعنے فاتحہ کا سنت ہونا ثابت کر کے
دکھایا جن لوگوں کو اسکے یعنے فاتحہ کی سنیت کا علم نہ تھا میں کہتا ہوں
ہمارا بھی یہی مطلب ہے کہ ابن عباس کا جہر صرف اظہار سنیت فاتحہ کیواسطے
تھا نہ واسطے اظہار سنیت جہر کے اب آپ کا یہ فرمانا کہ مقصود عبداللہ
بن عباس کا یہی تھا کہ جیسے میں نے بلند آواز سے فاتحہ کو پڑھا ہے یہ سنیت
ہے آپ کی کلام سے باطل ہوگیا ۔ یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی
المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ اس مقام میں جو آپنے مشجب کے
معنے ٹمنگنا اور وضع کے معنے لٹکانا کئے ہیں بالکل غلط ہیں موضوع کے
معنے رکھے ہوئے صحیح ہیں نہ لٹکائے ہیں یہ آپ کی غلطی ہے **قولہ**
ہمارے پاس اسقدر پارچات کہاں تھے **اقول** غلط ہے صحیح یوں ہے

رسول خدا کے زمانہ میں تشجب کے معنے مجمع البحار میں یوں لکھے ہیں ۔ ھو

عیدان تضم رؤسہا وتفرج بین قوائمہا توضع علیہا الثیاب وغیرہ

او قد تعلق علیہا الاسقیۃ لتبرید الماء یعنی وہ لکڑیاں ہوتی ہیں کہ اُن

کے سرے جوڑے جاتے ہیں اور اس کے پاؤں میں کشادگی رکھی جاتی

ہے ۔ اُس پر کپڑے وغیرہ رکھے جاتے ہیں اور کبھی واسطے پانی ٹھنڈا

کرنیکے مشکیں لٹکائے جاتے ہیں ۔ اور مظاہر حق و بلاغ المبین میں معنے

اسکے سہ پایہ کئے گئے ہیں ۔ بہرحال معنے اسکے ٹنگنا غلط ہیں شارحین نے

جو اُس کے معنے کئے ہیں وہ ٹنگنے[1] پر صادق نہیں آتے ۔

حدیث دوسری منقولہ سیف

عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ

من قرءۃ ام القرآن رفع صوتہ وقال آمین اسکا جواب سنان صفحہ ۱۱ میں

یہ دیا تھا کہ یہ حدیث ضعیف[2] ہے اسکی سند میں (۱) اسحٰق بن ابراہیم بن

علاء زبیدی ہیں جن کو ابن حجر نے کثیر الوہم نسائی نے لیس ثقہ ابو داؤد

نے لیس بشئ اور محمد بن عوف محدث نے جھوٹا کہا ہے (۲) یحییٰ بن عثمان

ہے جسکو تقریب میں لینہ بعضہم لکھا ہے ابن ابی حاتم نے کہا کہ محدثین نے

اسمیں کلام کی ہے ذہبی نے کاشف میں لکھا ہے کہ اسکے لیئے منکر حدیثیں

ہیں (۳) اسکا مضمون بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ رفع صوت کی حد

دوسری روایت میں مصرح ہے (۴) یہ حدیث درصورت تسلیم بھی مفید

دوام نہیں انتہٰی ما فی السنان مختصراً ۔ ہمارے جواب نمبر ۱ و ۲ کا شیخ نے صیانۃ

[1] پنجابی میں ٹنگنا پنجابی میں اُس لکڑی کو کہتے ہیں جسکو اُس کے دونوں سروں میں رسی باندھ کر گھر کے چھت کے لکڑیوں کے ساتھ لٹکایا جاتا ہے ۱۲ منہ ۔

میں بھی کچھ جواب نہیں دیا۔ اسکو مناسب تھا کہ ان راویوں کی ثقاہت ثابت کرتا۔ اور ان جروح کا جواب دیتا بیچارہ یہ تو نہ کر سکا آخر اتنا لکھکر جان بچائی کہ جس حدیث کو آئمہ محدثین صحت کا الزام دیویں وہ بھی صحیح ہے اہل انصاف جانتے ہوں گے کہ شیخ کے اس جواب کا اصل مطلب یہی ہے۔ کہ اگرچہ اسمیں فلاں فلاں راوی مجروح ہے۔ لیکن جب کہ اسکو حاکم بیہقی نے صحیح کہا تو صحیح ہوگی۔ میں کہتا ہوں یہ تحقیق نہیں یہہ عین تقلید ہے۔ جسکا ہم الزام دیا جاتا ہے۔ مغالطہ صفحہ ۷۹ دارقطنی ایسا امام ہے جس کو شیخ عبدالحق لکھتا ہے ھذا ایلہ پس یہی امام دارقطنی ابن اسحٰق کو لا یحتج بہ کہتا ہے اور محمد بن عمرو بن عطا کو مجہول نیز صحیحین کی احادیث پر اسی امام نے اعتراض کیے ہیں اور ان کی روائیت پر کلام کی ہے۔ یہاں اس کی تحقیق و تنقید پر کیوں اعتبار نہیں کیا جاتا۔

شیخ کی چند خیانتوں کا بیان۔ واضح ہو کہ ہزاروی نے اپنے ایک پرچہ میں مسائل مختلفہ میں سے تین رکعت وتر اور چار رکعت سنت ظہر کی بابت خلفاء اربعہ میں سے کسے خلیفہ کا قول فعل پوچھا تھا۔ ہم نے اس کے جواب میں (۱) ایک حدیث جس سے حضرت عمر کا تین رکعت وتر پڑھنا نکلتا تھا۔ نصب الرایہ سے نقل کی۔ چونکہ زیلعی نے اس کی سند بیان نہ کی تھی ہمنے بھی نہ لکھی ان نئے بغر لنے فاضلوں نے سمجھا کہ اس کی سند کا ملنا تو مشکل ہے چلو اسکی کسی راوی پر جرح کرو اس خیال میں بیہوش ہوکر ہزاروی نے ضعیف اور اسحٰق نے است ص۳۴ میں لکھدیا کہ یہ روائیت ضعیف ہے اسمیں عبداللہ بن دینار ضعیف ہے ہم نے جب اسکی سند کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ کاروائی ان کی خیانت ہے راویوں کے نام الٹ پلٹ کر جرح کر دیتے ہیں کہیں معنے الٹا کر مطلب بگاڑتے ہیں نعوذ باللہ من شر الجہل (۲) ایک روائیت طحاوی کی حضرت عمر کے تین رکعت وتر پڑھنے کی ہمنے نقل کی تھی جسپر کوئی اعتراض نہ کر سکے اور نہ اسکا کچھ جواب دیا (۳) ایک روائیت ہم نے حضرت علی کی تین رکعت وتر پڑھنے کی نقل کی تھی اسمیں ہی انہوں نے ایک بڑی خیانت کی ہے ترمذی کی روائیت میں عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی ہے چونکہ یہاں حارث کے باپ کا نام نہیں تھا اسواسطے انہوں نے جس حارث کو چاہا مجروح کر دی سیف ص۱۱ اور است صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں حارث بن عمرو مجہول ہے حالانکہ اس کی سند میں حارث بن عمرو نہیں دلیل اسپر یہ ہے کہ میزان میں لکھا ہے مادری عن الحارث غیر ابی عون یعنے حارث بن عمرو سے جو مجہول ہے سوا ابی عون کے کسی نے روائیت نہیں کی معلوم ہوا کہ حدیث وتر میں حارث بن عمرو نہیں کیونکہ اس سے ابو اسحٰق روائیت کرتا ہے اور ایک حدیث سنت ظہر کے بارہ میں حضرت علی سے نقل کی جسپر انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہم اس حدیث میں ترمذی کی تحسین کا مطلوب نہیں ہیں ہم نے ترمذی کی تحسین الزاماً نقل کی تھی ۱۲ امنہ سلمہ اس حدیث کی سند مولوی شمس الحق نے تعلیق المغنی میں یوں لکھی ہے۔ واخرج الحاکم اخبرنا احمد بن محمد بن صالح السمرقندی ثنا عبداللہ بن محمد بن نصر ابو جعفر الرازی ثنا عثمان بن [illegible] ثنا ہلال بن [illegible] بن نذیر [illegible] العطار قال [illegible] قال [illegible] الحسن [illegible] ۱۲ منہ

اسیطرح اسکا امام کو ضعیف کہنا معتبر نہیں۔ محققین نے اس قول کی دھجیاں اڑادی ہیں اور شیخ عبد الحق کی عبارت منقولہ است سے یہ بالکل نہیں نکلتا کہ شیخ دہلوی نے نقاد حدیث میں سے دار قطنی کو پسند کیا یا اُس کی تنقید پر شیخ دہلوی کو کمال درجہ کا وثوق تھا۔ یہ آپ کی سمجھ کا نتیجہ ہے اور ہمارے جواب نمبر ۳ کے جواب میں است صفحہ ۳۵ میں لکھتا ہے ؎ اس قسم کی بہت سی آیت قرآن شریف میں موجود ہیں جنمیں رفع یدین کے معنے اونچا کرنیکے ہیں میں کہتا ہوں جب مانحن فیہ میں رفعہ کی حد متعین ہے تو وہ رفع اپنی حد تک محدود رہے گا۔ قولہ باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت کی آمین سب سنتے تھے یا بعض اس کا کچھ ذکر نہیں اقول اس عبارت سے ظاہر آپ کی یہی مراد معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی آمین کی آواز سب نے سُنا یا بعض نے اسکا حدیث میں کچھ ذکر نہیں اگر یہی مُراد ہے تو آپ کا صیانت صـ۱۳ میں یہ لکھنا کہ آنحضرت آمین اونچی پکار کر کہتے کہ پچھلی صف والے لوگ اُن کی آواز سن لیتے۔ باطل ہوا مغالطہ والے نے اس بات کے شبہ کو رفعہ کیا ہا ہائیہ خدا سے ڈر حدیث کی تعریف مت کر۔

عطاکے قول کا جواب ناظرین۔ جانتے ہونگے کہ کھوجہ نے صیانت صـ۱۳۴ میں لکھا تھا کہ عطا تابعی کہتے ہیں کہ میں نے دو سو صحابہ کو آمین جہر کہتے سنا۔ اسپر لاحول صـ۱۵ میں پوچھا گیا کہ ذرا اسکی سند تو متصل کریں یعنے اُسکی سند کا انفصال ثابت کرو سو کھوجہ نے بسبب نہ سمجھنے عبارت لاحول کے اُسکا اتصال تو ثابت نہیں صـ۲۶ میں سند لکھ مارے اور اُسکے لکھنے پر بڑا نازان ہوا میں کہتا ہوں اس اثر کی سند تو ہزاروی اپنے ابتدائی پرچہ میں پہلے ہی لکھ چکا تھا تم کس بات نازان ہوئے پہلا اس اثر کے مفصلہ ذیل اعتراض کا جواب دیجئے (۱) عبد اللہ بن محمد اور اسحق بن ابراہیم خصوصاً علے بن حسین کی ثقاہت ثابت کرو (۲) ابو حمزہ سکری کے بارہ میں بعد ثقاہت قال ابو حاتم لا یحتج بہ بھی لکھا ہے اور نیز امام نسائی سے یہ مقولہ بھی نقل کیا ہے لا باس بابی حمزۃ الا انہ کان قد ذھب بصرہ فی آخر عمرہ فمن کتب عنہ قبل ذالک فحدیثہ جید۔ یعنے ابو حمزہ لا باس بہی ہے مگر اخیر عمر میں اُس کی آنکھیں جاتی رہیں جس شخص نے اس کی آنکھیں جاتی رہنے سے پہلے اُس سے حدیث لکھی اس کی حدیث جید یعنے ٹھیک ہے نسائی کا یہ قول خلاصہ میں بھی لکھا ہے اور ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں نسائی کے قول کو پسند کیا ہے اور فرمایا ہے والحق فیہ ما قال النسائی اب کھوجہ صاحب اُسکے حواریین کو تکلیف دیتا ہیں کہ علے بن حسین کو اسکے قدماتی صحاب سے ثابت کر دو ورنہ اس اثر کی صحت کی خیر منا و (۳) خالد بن ابی نوفل کی ملاقات اور سماع عطا بن ابی رباح سے ثابت کر دو ورنہ اسپر

اور ہمارے جواب نمبر ۴ کے جواب میں شیخ است صفحہ ۳۷ میں لکھتا ہے
رفعیدین تو وہ فعل ہے جس کا چھوڑنا آنحضرت سے کسی وقت بھی نہیں
پایا جاتا میں لکھتا ہوں مولوی اسمعیل دہلوی تنویر العینین صفحہ ۱۳ میں فرماتے
ہیں انہ صلے اللہ علیہ وسلم لم یکن ملتزما ایاہ بل ترکہ مرۃ وفعلہ
اخری یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رفعیدین کو لازم پکڑنیوالے نہیں
تھے بلکہ کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔ یہ جو سرگروہ غیر مقلدین ہے اسکے کلام میں غور
کریں یا آپ اپنے دروغ کے مقر ہو جائیں یا ان کو دروغ کو سمجھیں مغالطہ
ہم صحابہ کا بلکہ صحابہ کا کیا خلفاء اربعہ کا عمل درآمد اس سنت پر آپ کو دکھا دیں
گے ہدایہ یہاں بڑے زور شور سے خلفاء کا عمل درآمد ثابت کرنیپر دعوے کیا
مگر پیش کرنیکے وقت بجز روایت ابوبکر پیش نہ کر سکے اور وہ بھی قابل حجت
نہ نکلی معلوم ہوا کہ صرف دعوے ہے اور لیس قولہ حدیث وائل مجمل ہے اور
حدیث ابی ہریرہ کی مفصل جس قرأت جہر کی تفصیل ہے اقول مجمل مفصل آپ
کے بلا جانے آپ کیوں بے تکی ہانکتے ہیں حدیث وائل میں اجمال کہاں
اور حدیث ابی ہریرہ میں جو ضعیف ہے تفصیل کہاں جملہ فرغ من قرءۃ ام
القرآن جہر اسرار دونوں کا محتمل ہے ام القرآن سے فراغت جہر اسرار دونوں طرح
سے حاصل ہو جاتی ہے جو شخص آہستہ الحمد شریف پڑھکر فارغ ہو تو کیا اسکو
نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے الحمد شریف پڑھنے سے فراغت حاصل کی بلکہ
جملہ رفع صوت و قال آمین گہری نظر کے دیکھنے سے صاف طور بتلا رہا ہے
کہ نماز جہریہ نہ تھی اگر جہریہ ہوتی اور آنحضرت قرأت اونچی پڑھتے ہوتے
تو ابوہریرہ یہ فرماتے کہ جب آپنے الحمد پڑھنے سے فراغت پائی آواز کو بلند
کیا اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ پہلے آواز بلند نہ تھا بعد پڑھنے الحمد کے آواز

له ناظرین خوب جانتے ہوں گے کہ ہمارا جواب نمبر ۴ آمین کی بارہ میں تھا اسکا جواب تو شیخ سے کچھ نہیں ہو سکا آنحضرت کا نہ ملفوظ کا نہ دیگر صحابہ آمین بالجہر پر دوام دکھا سکا البتہ ہمارے جواب میں رفع یدین کا ذکر چھیڑ سوال دیگر جواب دیگر کا مصداق بنا میں کہتا ہوں انکی سے آمین کہنا آنحضرت سے ایک بھی ثابت نہیں ہے غیر مقلدین میں اور سنت کا انکی عمل در حقیقت نہ پایا جاتا ۱۲ منہ

کو بلند کیا اب غیر مقلدین کو چاہیے کہ ظہر اور عصر میں بھی آمین بالجہر کہا کریں خصوصاً وہ لوگ جو لفظ اذا سے دوام نکال رہے ہیں ؎

حدیث تیسری کا بیان

شیخ نے صیانت میں یہ حدیث بھی لکھی عن وائل بن حجر انہ صلے خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجہر بآمین اسکا جواب لاحول میں یوں دیا گیا کہ یہ بھی ہمارے مخالف نہیں ایک دو آدمی کے سن لینے کو محاورہ میں جہر کہہ سکتے ہیں پھر یہاں کان وغیرہ بھی نہیں جس سے آپ دوام گھڑیں اس کے جواب میں شیخ است میں حدیث انصرف من صلوٰۃ جہر فیہا بالقرءۃ اور فجہر بالتکبیر لکھکر جہر آمین قرأت وجہر تکبیر پر قیاس کرتے ہیں میں کہتا ہوں یہ قیاس آپ کا نہیں اسلیئے کہ جہر آمین کی حد محدود ہے بخلاف جہر تکبیر وجہر قرائت علاوہ اس کے جہر قرائت میں غرض لوگوں کا سنانا ہوتا ہے۔ بخلاف آمین کے کہ اس کے جہر میں کوئی فائدہ معتد بہا نہیں نیز حدیث فجہر میں کوئی لفظ مقتضی دوام نہیں اسی حدیث کے بارہ میں لاحول میں لکھا گیا کہ یہاں کان وغیرہ بھی نہیں جس سے آپ دوام گھڑیں سو بفضلہ تعالے آپ اس حدیث میں کان بھی نہیں دکھا سکے اور جس حدیث میں آپ کان نقل کرتے ہیں اس کا جواب پیچھے گذر ا۔

حدیث مسند یہود کا بیان

ایک حدیث کھوجہ نے صیانت صفحہ ۲ میں یہ لکھی حدثنا الیہود حسدونا علی شیء کما حسدونا علے شیء الحدیث لاحول صفحہ ۱۴ میں اسکا جواب دیا گیا کہ اس کی سند میں حماد بن سلمہ وسہیل بن ابی صالح ہیں جنکا اخیر عمر میں حافظ متغیر ہو گیا تھا ان کے متغیر الحفظ ہونے سے پہلے ان کے شاگردوں کا اخذ ثابت کرو ۲ اسکا مضمون

ہمارے خلاف نہیں اس سے جہر آمین کا استدلال صحیح نہیں (۳) اگر اس
سے آمین بالجہر مراد ہے تو سلام بھی بالجہر کہا کرو اگر سلام سے سلام خارج از نماز
مراد ہے تو آمین سے بھی آمین خارج از نماز مراد لینی چاہیئے ہمارے جواب نمبر
کا جواب لکھو جب اور اس کے جواب میں سے کچھ نہیں بن سکا صرف اتنا لکھدیا۔
کہ جس حدیث کو ائمہ حدیث صحیح کہیں وہ صحیح ہوگی۔ میں کہتا ہوں بندۂ خدا
کچھ تو تحقیق سے بھی یہ ہوتا گیا ہمارا جواب خلاف قواعد محدثین ہے کیا
انہوں نے اس بات کی تصریح نہیں کی کہ متغیر الحفظ کی روایت قبل تغیر مقبول
ہے حالت شک اور بعد تغیر مقبول نہیں پس مطابق اسی قاعدہ کے
جب تک ان کے شاگردوں کا اخذ قبل تغیر یقینی طور پر ثابت نہ ہو
مقبول نہ ہوگی اور ہمارے جواب نمبر ۲ کے جواب میں فرماتے ہیں صفحہ
اگرچہ کوئی کسی کو منہ میں یا دل میں گالیاں ہی نکال رہا ہو جس کو گالیاں
رہی ہوں وہ بیچارہ کیسے جانتا کہ مجھے کوئی گالیاں نکال رہا ہے
ہمارے اصل جواب کا تو آپنے کچھ جواب نہیں دیا اصل جواب یہ تھا کہ اس
حدیث کا مضمون ہمارے خلاف نہیں جیسے ہماری آمین کا تم کو علم ہے اور
نیز حسد بھی ہے ویسی ہی صحابہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آمین کا
یہودیوں کو علم تھا اور حسد بھی تھا۔ اس کے جواب سے پہلو تہی کر کے پھر وہی
پرانا رونا رو دیا کہ اگر آمین بالجہر نہ تھی تو یہودی حسد کیسے کرتے تھے جیسے کان
الخ میں کہتا ہوں جب گالیاں نکالنے والا کہدے کہ ہم نے تمکو گالیاں نکالا
کرتے ہیں پھر بھی سننے والے کو غصہ آوے گا یا نہ ایسے ہی یہودیوں کو
سمجھ کیونکہ بعض صحابہ کے یہودیوں کے پاس آمدرفت تھی کیا عجب ہے کہ صحابہ
نے کہتے ہوں کہ ہم آمین کہا کرتے ہیں اور دھر کرتے ہوں ہمارے جواب

نمبر ۳ کا جواب یوں دیتا ہے علی قولنا خلف الامام آمین داخل نماز ہونے پر اول دلیل ہے میں کہتا ہوں اس حدیث کی سند لکھو تاکہ اس کی صحت ضعف کا حال معلوم ہو ورنہ خرط القتاد درصورت تسلیم قول مطلق سے جہر مراد لینا غلط ہے کامر نیز یہودیوں کا علم آمین کے جہر پر موقوف نہیں جیسے گذرا اور تم نے جو دربارہ سلام حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے محض بے فائدہ ہے اس حدیث سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث ما حسدتکم میں جو لفظ سلام واقع ہے اس سے سلام خارج از نماز مراد ہے من ادعی فعلیہ البیان میں کہتا ہوں اگر سلام خارج از نماز مراد لیا جاوے کون مانع ہے کہ نماز کے سلام کو لفظ سلام شامل نہ ہو مغالطہ ص۸۹ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو قطعاً امام کو آمین کہنا درست نہیں۔ میں کہتا [illegible] تمہیں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی کیا خبر کتب فقہ میں جا بجا تصریح [illegible] ہے کہ امام بھی آمین کہے مگر آہستہ امام اعظم کا مشہور اور مفتی بہ یہی قول ہے کہ امام بھی آمین کہے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ کتاب الآثار میں نیچے اس اثر کے اربع۔ یخافت بھن الامام سبحنک اللھم وبحمدک والتعوذ من الشیطان وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین فرماتے ہیں وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ مبسوط میں فرماتے ہیں قال ابو حنیفۃ یخفی الامام التامین ایضا فافہم۔

حدیث فقولوا آمین کا بیان

ہمارے سوال نمبر ۶ کے جواب میں صاحب سیف نے ص۹۴ میں یہ حدیث لکھی اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین بخاری طریق استدلال یوں بیان کیا کہ ابن حجر فرماتے ہیں قول جب واقع ہو ساتھ اس کے خطاب مطلق وہ جہر پر حمل کیا جاتا ہے اسکا جواب سنان میں یوں دیا

ملہ چار چیزیں ہیں امام ان کو آہستہ کہے سبحانک اللھم اعوذ با اور بسم اللہ اور آمین امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول ہے ابی حنیفہ کا مبسوط میں ہے لکھا ابو حنیفہ نے یوشیدہ کہے امام آمین کو بھی

گیا۔ اس حدیث میں بلند کہنیکا ارشاد نہیں قاعدہ ابن حجر کا غلط ہے
دیکھو حدیث میں آیا ہے اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا
ربنا لک الحمد اور ایک حدیث میں قولوا اللھم صلے علے محمد یہی یہاں
بھی قول مطلق ہے تو کیا درود شریف اور ربنا لک الحمد بالجہر پڑہنا چاہیئے
واذا لبس فلبس انتہی صیانت صفحہ ۱۲۱ ابن حجر کے قاعدہ کو غلط قرار دینا
صحیح لغو ہے ربنا لک الحمد اور آمین کو ظاہر کرنا چاہیئے اور اللھم صلے اللہ
علی محمد ساتھ قول امام کے معلق نہیں انتہے۔ لاحول صفحہ ۱۴ ابھی ایک
ربنا لک الحمد کو بالجہر تسلیم کیا ہے مگر عمل سننے میں نہیں آیا۔ (۲) بڑا افسوس ہے
کہ قولوا اللھم صل میں ابن حجر کے قاعدہ کو چھوڑنا چاہتے ہو ایسا نہ چاہیئے
اس میں بھی تو قول مطلق ہے (۳) حدیث قولوا التحیات میں بھی قول
مطلق ہے التحیات درود دعائیں سب مثل آمین بلند شروع کر
انتہی جواب نمبر ۱ کے جواب میں است ص۵ میں لکھتا ہے ترک فعل سے
فعل لازم نہیں آتا۔ ہم اسکی سنت ہونیکے قائل ہیں میں کہتا ہوں باوجودیکہ
آپ ربنا لک الحمد کو زور سے پڑہنا سنت جانتے ہیں پھر تارک جہر کیوں
ہیں دعوی تو اتباع سنت اور سنت کے تارک جواب نمبر ۲ کے جواب
سے شیخ نے بالکل سکوت کیا یقیناً سکوت کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے
کہ اگر ابن حجر کے قاعدہ کا لحاظ کریں تو درود شریف بالجہر پڑہنا پڑتا ہے اگر
اس کا لحاظ نہ کریں تو حدیث قولوا آمین سے جہر آمین کا استدلال غلط ہو
جاتا ہے چونکہ کسی طرف سے رہائی نہ تھی سیر نیچا کرکے نکل گئے جواب نمبر ۳ کے
جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہم نے قول مطلق دربارہ التحیات پایا۔

۱؎ معانی کی قید ثم ہمتا آپ کا ایجاد ہے ۱۲ ۔ ۲؎ اگر ربنا لک الحمد بالجہر پڑہنا سنت ہے تو
تم لوگ آہستہ پڑھنا کیا ہے سنت یا بدعت ۱۲۔